آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۷ | بابت ماہ جنوری ۱۹۰۸ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

حضرت مسیح کے بارہ میں قرآنی فیصلہ ۱–۲۹

۱- کلمۃ اللہ ۸–۱۶
۲- روح اللہ ۱۶–۱۸
۳- شفیع ۱۸–۱۹
۴- خدا کا قرب ۱۹–۲۰
۵- روح القدس ۲۰–۲۲
۶- عصمت ۲۲–۲۵
۷- اٰیۃ للناس۔ ورحمۃ منا ۲۵–۲۷
۸- مسیح کی موت اور اسکا جی اٹھنا ۲۷–۲۹

برنباس کی انجیل ۲۹–۳۳
مختصر نوٹ اور ریویو ۳۳–۳۹

رضا بالقضاء ۳۳
قبولیت دعا کا راز ۳۵
مسیح کے حق میں اطرا ۳۶–۳۷
اشاعت اسلام کا سوال ۳۸–۳۹
کتابوں پر ریویو ۳۹

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۳۹–۴۰

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جنوری ۱۹۰۸ء کو مینجر میگزین کے اہتمام سے شائع ہوا۔ چندہ سالانہ عہ

صدر انجمن احمدیہ قادیان

یہ انجمن اس وقت حسب ذیل کام کر رہی ہے

(۱) اشاعت اسلام۔ اس غرض کیلیے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی میں جاری کیا گیا ہے جس کی ایک کثیر تعداد یورپ اور امریکہ اور جاپان میں مفت بھیجی جاتی ہے۔ اس خرچ کے پورا کرنیکے لیے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ سب احباب جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اعانت کا کچھ نہ کچھ چندہ دیں یا اپنے خرچ پر ایک ایک دو دو چار چار دس دس رسالے باہر بھجوا دیں فی رسالہ جو باہر بھیجا جائے چندہ للعہ سالانہ ہے۔ مگر انگریزی رسالہ کی قیمت ہندوستان کیلیے للعہ سالانہ ہے۔ بعض کتب انگریزی میں طبع کرکے اسی غرض کے لیے مفت تقسیم کیجاتی ہیں۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو میں بھی شایع ہوتا ہے جسکا چندہ عہ سالانہ ہے۔ ان احمدی احباب کو جو استطاعت رکھتے ہیں چاہیے کہ اس رسالہ کو خریدیں اور پڑھیں کیونکہ اس میں نہایت قیمتی اور اہم مضامین درج ہوتے ہیں اور ہر قسم کے اعتراضات اور وساوس دور کیے جاتے ہیں۔ ان مضامین سے واقفیت حاصل کرنا ہر ایک مسلمان کیلیے ضروری ہے سب احباب کا فرض ہے کہ علاوہ خود خریدار بننے کے اس رسالہ کی خریداری کی تحریک اپنے احباب میں بھی کریں۔ رسالوں کے علاوہ اس مد کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں حضرت اقدس اور بعض احباب کی تصانیف اور بعض مفید اسلامی کتب فروخت کیجاتی ہیں۔

(۲) تعلیم دینی و دنیوی۔ اس غرض کے لیے ایک مدرسہ انگریزی انٹرنس تک تعلیم دینے کیلیے ہے جس میں علاوہ مروجہ مضامین کے دینیات اور عربی کی تعلیم بھی دیجاتی ہے اور ایک مدرسہ عربی مولوی فاضل تک تعلیم دینے کیلیے ہے جس میں علاوہ مولوی فاضل کی تعلیم کے دینیات کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور اس کے ساتھ تھوڑی انگریزی اور کسیقدر دیگر مضامین مروجہ اور طب کی تعلیم بھی دیجاتی ہے۔ ایک گرلز سکول لڑکیوں کی تعلیم کیلیے بھی ہے اور تین برانچ سکول دیہات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حضرت مسیح کے بارہ میں قرآنی فیصلہ

حضرت مسیح کے متعلق افراط تفریط اور قرآنی فیصلہ

شاید ہی کوئی نبی گذرا ہوگا جس کے متعلق اس قدر افراط و تفریط ہوئی ہو جیساکہ حضرت مسیح کے متعلق۔ ایک قوم تو وہ ہے جس نے اُسے خدا بنایا۔ اس سے دعائیں مانگیں اسے ہی خالق الارض والسمٰوات سمجھا بلکہ اس کی ماں کو بھی خدا بنایا اور اسکی پرستش کی۔ انکے مقابل ایک اور قوم ہے جس نے اسے نعوذ باللہ مفتری اور کذاب کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے ملعون ٹھہرایا انکی پاک ولادت پر ناجائز حملے کیے اور طرح طرح کے بہتان انپر اور انکی والدہ صدیقہ پر لگائے۔ ان فسادوں کی اصلاح کے لیے خدائے تعالیٰ نے اپنا کلام اپنے پاک اور پیارے بندے محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ جس میں ایک طرف تو یہ فرمایا کہ ہم اس کلام میں حضرت مسیح کی ان تمام الزامات سے تطہیر کرتے ہیں جو ایک کور باطن قوم نے انپر یا انکی والدہ پر لگائے۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ ہم ان باطل اور فاسد عقیدوں کی اصلاح کرتے ہیں جو ایک حق اور حقیقت سے بے خبر قوم نے حضرت مسیح کے متعلق بنا لیے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کے بارہ میں خدائی فیصلہ کو دنیا میں ظاہر فرمایا۔ اور خدا کی اس پاک کلام پر ہمارا ایمان اور بھی بڑھتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے نزول کے تیرہ سو سال بعد آج دنیا میں تمام طالبان حق اسی نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں جس کا اعلان تیرہ صدیاں ہوئیں ملک عرب میں خدا کے ایک برگزیدہ نبی فداہ ابی و امی نے کیا

تھا۔ اور جہاں یہود میں ایسے لوگ دن بدن بڑھتے جاتے ہیں جو حضرت مسیح کے حق میں ناشایستہ الفاظ کے استعمال کو چھوڑ کر آنجناب کی عزت کرتے ہیں عیسائیوں میں ایک بہت بڑا گروہ اس باطل عقیدہ سے بیزار ہو گیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح خدا تھے یا خدائی کے حصہ دار تھے۔ اور دونوں قومیں اسی سچے عقیدہ کو اختیار کر رہی ہیں جو قرآن کریم نے سکھایا تھا۔

ڈاکٹر چیتو پدھیا کا دعویٰ

باوجود اس عظیم الشان انقلاب کے جو مسیح کے متعلق عقیدہ میں واقع ہو رہا ہے اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حق سے مُنہ پھیر لینے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب جن کا نام ڈاکٹر چیتو پدھیا ہے انہوں نے رسالہ ''ہندوستان ریویو'' کی اگست کی اشاعت میں عنوان ''قرآن میں مسیح'' کے نیچے ایک مضمون لکھا ہے۔ اور اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن شریف میں جو جو الفاظ مسیح کے بارہ میں وارد ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح انسان نہ تھا بلکہ خدا تھا۔ یہ ڈاکٹر صاحب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ مختلف مذہبوں کے حالات اور تصنیفات کو مَیں نے خوب پڑھا ہے اور تجربہ کیا ہے۔ اور آخر تحقیقات اور غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عیسائی مذہب کا فرقہ رومن کیتھلک برحق مذہب ہے اور اسی لیے مَیں نے اسکو اختیار کیا ہے۔ ڈاکٹر مذکور نے اپنے مضمون کا خلاصہ نتیجہ کے طور پر یوں بیان کیا ہے ''یسوع مسیح کے حق میں بار بار ''کلمۃ اللہ'' اور ''روح اللہ'' اور اسی قسم کے اور الفاظ کے اقرار اور اس کے سارے معجزات پر ایمان لانے کے بعد جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسے مُردوں اور زندوں پر قدرت حاصل تھی۔ اندھوں۔ بہروں۔ کوڑھیوں اور مفلوجوں کو چنگا کرتا تھا۔ مٹی سے پرند پیدا کرتا تھا۔ اور ایک دفعہ ایک دسترخوان کو آسمانی کھانوں سے پُر کر دیا تھا۔ بالفاظ دیگر اس کے متعلق تمام ایسے اوصاف پر ایمان لانے کے بعد جو محض خدا کے لیے مخصوص ہیں اور سوائے خدا کے کسی غیر کے لیے مانے نہیں جاتے یہ ایک

بالکل غیر معقول بات ہے کہ اسکی الوہیت کو تسلیم نہ کیا جاوے۔ اس کی مثال تو یہی ہے کہ ایک انسان کی طاقت اور حقوق شاہانہ تو سب تسلیم کیے جائیں لیکن باوجود اسکی اقتدار شاہانہ پر کامل ایمان رکھنے کے اسکو بادشاہ کہنے سے پرہیز کیجائے۔ قرآن شریف کی اُن تمام عبارات سے جو مسیح کے متعلق آئی ہیں جائز اور معقول طور پر جو نتیجہ مفہوم ہوسکتا ہے مسیح کی الوہیت ہے۔ اس کے سوائے کوئی اور بات نہیں'' ڈاکٹر صاحب کے اس دعوے کے خیال سے کہ گویا میں نے تمام مذاہب پر غور کیا ہے اور ہر ایک مذہب کی تصانیف کو پڑھا ہے اور کامل تحقیقات کے بعد رومن کیتھلک مذہب اختیار کیا ہے ہم نے سمجھا تھا کہ اتنی تحقیقات کے مدعی کی تحریر میں کوئی معقولیت اور حقیقت ضرور ہوگی۔ لیکن مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ہی ہم کو معلوم ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب معمولی انسان پرستی کے گڑھے سے باہر نہیں ہوئے۔ وہ بھی معمولی طرز کے عیسائی ہیں اور انکا دوسرے مذاہب سے واقفیت کا دعویٰ سچائی سے بہت دُور ہے۔ چنانچہ اسی مضمون میں جسپر انہوں نے اتنا بڑا زور دکھایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جن قرآنی عبارتوں کو انہوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور انکے اپنے مطلب کے موافق معانی اور مطالب بیان کیے ہیں اور اُن معانی پر اپنے دعوے کی بنیاد قائم کرکے ایک خیالی عمارت کی بنا ڈالی ہے وہ عیسائیوں کی اُس طرز سے بالکل جدا نہیں ہوئی جو انکا مذہبی خاصہ ہوگیا ہے کہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر اور سیاق و سباق پر غور کرنے کے بغیر جو معنے کسی عبارت سے چاہیں نکال لیتے ہیں۔ جو کچھ آیات و الفاظ قرآنی اقتباس کرکے انہوں نے اپنی تائید کرنے کی کوشش کی ہے وہ سراسر خلاف حق اور خلاف موضوع ہیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب کو جاہل اور ناقابل تو نہیں کہتے۔ ہم مانتے ہیں کہ وہ اور علوم میں ید طولیٰ رکھتے ہوں گے لیکن اس امر حق کو ظاہر کرنے کی مودبانہ اجازت چاہتے ہیں کہ علم قرآن سے انکو مس حاصل نہیں اور علوم عربیہ میں دستگاہ کا دعویٰ انکا بہتے پانی پر گھر کی بنا ڈالنے کی مانند ہے۔ اس میں شک

نہیں کہ انہوں نے بہت سی قرآنی آیتیں اپنی تائید میں نقل کی ہیں۔ لیکن صرف اس بات سے کہ کوئی شخص قرآن شریف کی بہت سی آیتوں کو کسی جگہ نقل کر دے اسکی عظمت اور علم عربی سے واقفیت اور قرآن شریف کے علوم میں مہارت کامل ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہم کو فی الحال دوسری علمی شاخوں سے تعلق نہیں کیونکہ وہ ہمارے مدعائے مضمون سے دور ہیں اس لیے ہم ڈاکٹر صاحب کی لیاقت کے متعلق کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ہم انکے دعویٰ کو اس حد تک بقول سعدی ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ بنظر عزت دیکھتے ہیں جس حد تک اسلام کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ البتہ قرآن شریف کے علوم میں انکی عدم واقفیت بیان کرنیکے لیے ہم کو انکی اپنی تحریر نے مجبور کر دیا ہے۔ کیونکہ جو کچھ انہوں نے اس بارہ میں لکھا ہے وہ ایسا لچر اور بے معنی ہے کہ معمولی سمجھ کا انسان جس کا دماغ کسی خبط اور تعصب کے پنجہ میں گرفتار نہ ہو ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر پر ہنسی اڑائیگا۔ ڈاکٹر صاحب جیسا نامی مدعی اور انکی ایسی تحریر جس سے انکی قرآن سے پرلے درجہ کی ناواقفیت ظاہر ہوتی ہے تعجب اور افسوس دلانیوالی بات ہے۔ سب سے پہلی غلطی تو ڈاکٹر صاحب نے یہ کی۔ ہے کہ انہوں نے جن اوصاف کو اوصاف الٰہی سمجھا ہے اور انکا مسیح میں موجود ہونا بروئے قرآن قرار دیا ہے انپر ضروری تھا کہ پہلے اسی کتاب (قرآن) سے یہ ثابت کر دکھاتے کہ اس میں یہی صفتیں خدائے واحد لاشریک لہ کی ہیں۔ مگر وہ اس طرف ہرگز نہیں آئے۔ ایک طرف قرآن شریف مسیح یا کسی غیر اللہ کی الوہیت کے عقائد اور دعاوی کو نہایت مضبوط اور تیز اوزاروں کے ساتھ جڑھ سے اکھاڑتا ہے۔ اور دوسری طرف بقول ڈاکٹر صاحب مسیح کو تمام خدائی اوصاف سے متصف کرتا ہے یہ دو تضاد باہم کیونکر جمع ہو سکتے ہیں؟ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ نہایت ہی نامعقول بات ہے کہ کسی آدمی کو تمام شاہی اختیارات اور حقوق اور وقار اور شان و شوکت کے وصف سے متصف مانا جائے۔ لیکن اسکو بادشاہ کا خطاب دینے سے انکار کیا جائے۔ یہ بیشک پرلے درجہ کی ہٹ دھرمی ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا قرآن کریم نے

فی الواقع ایسا کیا ہے کہ وہ تمام اوصاف جو خدا کے لیے بیان کیے ہیں اور وہ تمام قوتیں اور قدرتیں جن کا خدا کی ذات میں ہونا مانا ہے انہی تمام اوصاف اور انہی تمام قدرتوں کا مسیح میں پایا جانا دوسری جگہ بیان کیا ہے؟ اور پھر جس طرح خدا تعالیٰ کو تمام عجزوں اور کمزوریوں اور احتیاجوں سے بری اور برتر مانا ہے اسی طرح مسیح کو بھی تمام قسم کے عجزوں اور کمزوریوں اور احتیاجوں سے بری مانا ہے؟ جس شخص نے سرسری نظر سے بھی قرآن کریم کو پڑھا ہے وہ ایسے دعوے کو سراسر حماقت خیال کریگا۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر ہمارے سامنے موجود ہے ہم نے اسکو غور سے پڑھا ہے اور شروع سے لیکر اخیر تک پڑھا ہے ہمیں کسی جگہ یہ بات نظر نہیں آئی کہ ڈاکٹر صاحب نے ان اوصاف میں سے جو انہوں نے قرآن شریف کی طرف منسوب کر کے مسیح کے لیے پیش کی ہیں کسی ایک کو بھی قرآنی عقاید کے رو سے الٰہی صفت ثابت کیا ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی ناواقفیت کا ثبوت تو اسی جگہ ملجاتا ہے جب وہ لکھتے ہیں کہ "کلمۃ اللہ" اور "روح من اللہ" مسیح کو قرآن میں کہا گیا ہے۔ اور یہ اوصاف الٰہی ہیں گویا کلمۃ اللہ اور روح من اللہ خالق کے لیے بولے گئے ہیں نہ مخلوق کے لیے پس اس لیے مسیح بھی خدا ہے۔ یا یہ کہ اس نے چند معجزے دکھلائے جو انسانی طاقت سے بڑھکر تھے پس مسیح خدا ہے۔ اب ہم ان ڈاکٹر صاحب کی ہر ایک دلیل کو بہ تفصیل و ترتیب لیکر ذیل میں اس کا جواب دیتے ہیں۔

لیکن اس ترتیب کو ہاتھ میں لینے سے پہلے ہم اس جگہ اتنا ثابت کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے پہلی اپنے کہنے کے برخلاف اس مضمون میں نہایت چشم بستہ تعصب سے کام لیا ہے۔ انہوں نے حق پسندی اور بے تعصبی سے قلم نہیں اُٹھایا بلکہ پہلی الوہیت مسیح کی عمارت کا ایک خیالی محل دماغ میں تیار کرکے اور اپنے عیسائیانہ اعتقاد کو دل میں مضبوط کرکے پھر چاروں طرف سے گھیر کر رطب و یابس استدلال کو اس کے گرد لاڈالنے کی کوشش کی ہے جن کا نہ کوئی سر ہے اور نہ کوئی پیر۔ محض ایک تودہ متضادات ہے۔ اپنے مضمون کی ابتدا میں انہوں نے لکھا ہے کہ "مسیح کی متعلق جو کچھ قرآن شریف میں مذکور ہے وہ معمولی سے زیادہ وقعت کے قابل ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں

معترض کا اپنا تعصب
تردید ہے

(۱) یہ کہ یہ نبی اسلام (صلعم) کی اپنے مُنہ کی باتیں نہیں بلکہ یہ وہ باتیں ہیں جو انکو خدا تعالیٰ نے وحی کیں۔" یہاں اپنے مطلب کے لیے صاف طور پر مانا ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور آنحضرت سرور کائنات صلعم کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ اور دوسری اس دلیل کو اپنے حق میں پیش کیا ہے۔ لیکن تھوڑی دُور آگے چلکر اس اپنے قول کی خود ہی تردید کردی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمام قرآن اور خصوصاً وہ حصہ جس میں مسیح کا ذکر ہے الہامی کلام نہیں بلکہ مختلف ذرایعہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ جہاں چند امور لکھ کر یہ نتیجہ لکھا ہے کہ "ان سے یسوع مسیح کی معجزانہ ولادت ثابت ہوتی ہے" وہ لکھتے ہیں کہ "یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسیح کی پیدائش کا حال اُن ملحد فرقوں کی تحریرات سے لیا تھا جن کو نیرو، ڈامیشن، ڈایو کلیشن اور دوسرے رومی بادشاہوں کے مظالم نے ملک بدر کر کے عرب میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور جن کی بدعت خیز اور کفر آمیز تحریرات کو بعہد قسطنطین اعظم ۳۲۵ء کی کونسل نسیا میں غیر مستند قرار دیکر مردود اور متروک کر دیا گیا تھا۔" پھر آگے چلکر بعض معجزات کا ذکر کر کے لکھا ہے "یہ صاف ظاہر بات ہے کہ یہ معجزہ عشاء ربانی کی کسی یادگار سے لیا گیا تھا جو پیغمبر اسلام (صلعم) کو کسی ذریعہ سے ہاتھ آگئی تھی۔" پھر آگے چلکر جہاں یہ ذکر کیا ہے کہ قرآن شریف مسیح کے ابن اللہ ہونے اور صلیب پر مرنے سے انکار کرتا ہے۔ یہی ڈاکٹر جس نے اپنے مضمون کی ابتدا میں یہ تسلیم کیا تھا کہ قرآن شریف میں جس قدر بیان مسیح کے متعلق ہے وہ سب الہامی ہے وہی ڈاکٹر صاحب اسی مضمون کے اخیر میں آکر لکھتے ہیں کہ "تو پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ جب حضرت محمد (مصطفےٰ صلعم) نے ملک عرب کے لیے ایک قومی مذہب کی بنا ڈالنے پر عزم بالجزم کر لیا تو انہوں نے عمداً بڑی احتیاط سے اس خیال کو بصیلدیوں سے لیکر اسکو اپنے سانچے میں ڈھال لیا اور اس طرح اپنے اور عیسوی دین کے درمیان ایک ایسی پُر امتیاز سد تیار کرلی جس کا دُور ہونا محال ہو گیا۔"

اس طرح پر یہ مضمون نویس شروع میں تو لکھتا ہے کہ مسیح کے متعلق قرآن میں جو کچھ لکھا ہے

وہ معمولی سی بڑھکر قابل وقعت ہے۔ اور اس وقعت کی اہمیت کی وجہ صرف وہ یہ لکھتا ہے کہ یہ کلام انسانی نہیں بلکہ خدا کا کلام ہی جو آنحضرت صلعم پر وحی ہوا تھا۔ اب آگے آکر وہی شخص لکھتا ہی کہ فلاں واقعہ آنحضرت صلعم نے فلاں قوم سی لیا۔ اور فلاں مذکور فلاں جگہ سی اخذ کیا وغیرہ وغیرہ۔ اب اس عقلمند عیسائی فاضل ڈاکٹر سے کوئی پوچھے کہ آپ کی دونوں باتوں میں کونسی بات سچی اور قابل وثوق سمجھی جائے۔ اس بات سے یہی سمجھا جاتا ہی کہ اس بزرگ پادری کو بھی معمولی عیسائی ہتکنڈوں سے چھٹکارا نہیں ہوا۔ حق پژوہی اس کے نزدیک نہیں آئی جہاں کہیں اپنے مطلب کی بات دیکھی اسی کو اس موقع پر چسپان کر دیا۔ خواہ آگے جاکر اسی کی آپ مخالفت کر دی۔ لیکن اس وقت لوگوں کو دھوکہ دیکر اپنا مطلب بیان کر لیا۔ ہمیں عیسائیوں کیحالت دیکھ کر افسوس آتا ہی کہ یہ لوگ باوجود علم و فضل کے اتنے بڑے دعووں کے ابھی تک اس پُرانی عیسائی جہالت اور تعصب کے گڑھوں سی باہر نہیں نکلے۔ اور تحقیق حق میں بے تعصبی سے کام لینے کے شرف سے ابھی تک محروم پڑے ہیں۔

قرآن میں مسیح کے بارہ صفات جنکا بیان ہوا

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہاں ان اوصاف کی فہرست درج کرتی ہیں جو ڈاکٹر صاحب مذکور نے قرآن شریف کی طرف منسوب کر کے مسیح کے معاملہ میں لکھی ہیں اور جن پر اسنے اپنی تحریر کی بنیاد رکھی ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) مسیح کو قرآن میں "کلمۃ اللہ" کہا گیا ہے۔ (۲) اسے "روح اللہ" کہا گیا ہے۔ (۳) اسے "شفیع روز قیامت" کہا گیا ہی۔ (۴) اس کا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص اور غیر معمولی تعلق سمجھا گیا ہی۔ (۵) اسکی نسبت لکھا گیا ہے کہ وہ کنواری مریم کے پیٹ میں روح القدس کے ذریعہ سی گیا (۶) اسکی نسبت بیان کیا گیا ہی کہ وہ معصوم پیدا ہوا۔ (۷) اس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ زمین پر تمام دنیا کے لوگوں کے لیے خدا کا نشان اور اس کی طرف سے رحمت بنکر نازل ہوا (۸) قرآن شریف میں مسیح کی موت اور اس کا جی اٹھنا بھی مانے گئے ہیں (۹) اس کی نسبت تسلیم کیا گیا ہی کہ اس میں خلق کرنے اور مردوں کو زندہ کرنیکی قدرت تھی (۱۰) قرآن شریف کے

رو سے ہر ایک یہودی ۔ عیسائی اور مسلمان کو اپنے مرنیسے پہلے ایمان لانا پڑتا ہے کہ یسوع مسیح اس کا خداوند اور نجات دہندہ ہے۔ (۱۱) یہ بھی مانا گیا ہے کہ یسوع مسیح ہی قیامت کے دن تمام لوگوں کا آخری فیصلہ کرنیوالا ہوگا (یعنی اسی کے حکم سے لوگ بہشت یا دوزخ میں جائینگے) (۱۲) یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ صلیب پر فوت ہوا۔ اور پھر اُٹھا کر خدا کی گود میں بٹھایا گیا۔

یہ ہیں بارہ صفتیں جو ڈاکٹر صاحب نے مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ اور جنکی نسبت لکھا ہے کہ گویا قرآن شریف میں ان باتوں کو تسلیم کیا ہے لیکن ان میں بعض باتیں تو ایسی ہیں جن کا کہیں نام و نشان تک قرآن شریف میں نہیں اور باقی جو ہیں۔ وہ سب سراسر غلط مفہوم اور غلط معنی کیے گئے ہیں۔ ہم ان تمام باتوں پر ایک ایک کر کے بحث کر کے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے کہانتک حق پسندی اور دیانتداری سے کام لیا ہے:۔

۱۔ "کلمۃ اللہ" یہ جملہ قرآن شریف میں صرف مسیح کے بارہ میں ہی نہیں آیا بلکہ کئی اور مقامات پر بھی وارد ہوا ہے چنانچہ سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولوان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللّٰہ ان اللّٰہ عزیز حکیم (آیت ۲۶) ترجمہ:۔ اگر تمام روئے زمین کے درخت قلمیں بنجائیں اور اگر سمندر پھیلکر سات سمندر سیاہی کے ہو جائیں تو کلمات اللہ ختم نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔ ایسا ہی سورۃ الکہف کی آیت ۱۰۹ میں ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ ترجمہ:" کہو اگر سمندر میری رب کے کلمات کے لیے سیاہی بنجائیں اور ہم اسی قسم کے کئی سمندر بھی اگر لے آئیں تو وہ سب قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں ختم ہو جائیں گے۔" ان آیات میں کلمات اللہ کا استعمال صاف بتاتا ہے کہ کہ اگر حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے تو اس سے کوئی انکی خصوصیت یا خدائی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ جیسے دوسرے کلمات اللہ مخلوق ہیں اور انکی تعداد اسقدر ہے کہ اگر سارے

کلمۃ اللہ کا استعمال قرآن میں

سمندر بھی سیاہی بنجائیں تو بھی سب کلمات اللہ لکھنے میں نہیں آسکتے۔ اسی طرح مسیح بھی اگر کلمۃ اللہ ہیں تو اسی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں۔ گویا قرآن شریف کی اصطلاح میں کلمۃ اللہ کوئی ایسی خصوصیت نہیں جو مسیحؑ کا خاصہ قرار دی گئی ہو۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ مسیحؑ کی ذات تک ہی اس کو محدود رکھا جاتا اور کسی دوسری آیت میں جو مسیح کے متعلق نہیں اس کو استعمال نہ کیا جاتا۔

دو آیات جن میں مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے

اب ان آیات کو لو جن میں حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اول سورہ آل عمران کی آیت ۴۵ ہے۔ اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللّٰہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم۔ ترجمہ "جب ملائکہ نے کہا اے مریم! اللہ نے تمھیں اپنے پاس سے ایک کلمہ کی بشارت دی ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا" پھر سورۃ النساء کی آیت ۱۶۹-۱۷۰ میں مسیح کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللّٰہ الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و کلمتہ القٰھا الی مریم و روح منہ۔ فاٰمنوا باللّٰہ و رسلہ۔ ولا تقولوا ثلٰثۃ۔ انتھوا خیرًا لکم انما اللّٰہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد۔ لہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض وکفٰی باللّٰہ وکیلا۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبدًا للّٰہ ولا الملٰئکۃ المقربون۔ ترجمہ۔ اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ پر سوائے امر حق کے اور کچھ نہ کہو۔ تحقیق مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول تھا اور اس کا کلمہ تھا جو اس نے مریم کی طرف القا کیا۔ اور اس سے ایک روح تھی۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ! اور تثلیث کے قائل مت بنو۔ اس سے بچے رہو۔ اسی میں تمھاری بہتری ہے کیونکہ اللہ تو اکیلا معبود ہے۔ وہ اس عیب سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ وہ تو جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے سب کا مالک ہے۔ اور وہی اکیلا اللہ کافی کارساز ہے۔ مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے کسی قسم کی عار نہیں اور نہ ہی ان فرشتوں کو جو خدا

قرآنی آیات کے معنوں میں پادری صاحبان کی غلطی یا دھوکہ دہی

کے مقرب ہیں"۔ قبل اس کے کہ ہم ان آیات کا صحیح مفہوم پیش کریں ہم اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اس جگہ اس غلطی یا دھوکہ دہی کا اظہار کریں جو عیسائی مصنف ان آیات کو اپنے مطلب کے موافق بنانیکے لیے انکا ترجمہ کرنے میں کرتے ہیں۔ پہلی آیت جو مسیح کے بارہ میں ہے اور جس میں اسے کلمہ کہا گیا ہے جو ڈاکٹر صاحب نے پیش کی ہے اور جس کو عموماً عیسائی لوگ پیش کرنیکے عادی ہیں اس میں صرف "کلمۃ" بغیر آل کے آیا ہے اور اس لیے اس کے معنی میں عموم اور تنکیر پائی جاتی ہے۔ لیکن پادری صاحب نے ان آیات کا ترجمہ کرنے میں لفظ "دی ورڈ" استعمال کیا ہے جو معرفہ ہے۔ قرآن شریف سے تو اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو صرف اتنی اطلاع دیگئی تھی کہ "خدا سے ایک کلمہ" کی بشارت تجھے دیجاتی ہے۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام ہی ایک ایسے شخص تھے جو تمام مخلوقات میں "کلمۃ اللہ" کو لقب کے لیے مخصوص تھے۔ بلکہ صاف معنے اس کے یہی ہیں کہ منجملہ کلمات اللہ مسیح بھی ایک کلمہ تھے۔

اسی طرح دوسری آیت میں اصل جملہ قرآنی "وکلمتہ القٰہا الی مریم" ہے جس کا ترجمہ ہے "اور خدا کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا"۔ لیکن ڈاکٹر صاحب مذکور اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "خدا کا کلمہ جو خدا نے مریم کے اندر ڈال دیا"۔ آیت قرآنی میں تو لفظ الی لکھا ہوا ہے اور اس کے معنے کبھی اندر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے معنی طرف کے ہیں۔ آیت کے یہ معنی کرنیسے کہ خدا نے اپنا کلمہ مریم کے اندر ڈال دیا ڈاکٹر صاحب کی غرض یہ ہے کہ آیت کا مفہوم یہ معلوم ہو کہ گویا خدا کا کلمہ کوئی مجسم چیز تھی جو مریم کے اندر داخل ہو گئی اور وہاں گوشت پوست بن کر انسان کی صورت بن گئی۔ اصل میں اس غلطی کا ارتکاب عمداً یا سہواً سب عیسائی صاحبان کرتے ہیں اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کے بعض بے تکے الفاظ کے ساتھ وہ قرآن کریم کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں مثلاً یوحنا کی انجیل میں ابتدا میں ہی لکھا ہے کہ "ابتدا میں کلام تھا..... اور کلام خدا تھا" اور پھر آگے چلکر لکھا ہے کہ "کلام مجسم ہوا اور وہ فضل اور راستی سے بھرپور ہو کر ہمارے درمیان رہا"۔ اب جس وقت عیسائی صاحبان قرآن شریف

یوحنائی اصطلاحوں کو قرآن میں داخل کرنے کی کوشش

میں ان الفاظ کو پڑھتے ہیں کہ اے مریم! خدا تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہی تو اس سے مراد وہی کلمہ یا کلام سمجھتے ہیں جس کا ذکر یوحنا کی انجیل کے ابتدا میں ہے کہ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا تھا گویا انکے نزدیک حضرت مریم کو جو بشارت دی گئی اس کا مفہوم یہی تھا کہ اس کلام کے پیدا ہونیکی بشارت دیجاتی ہی جو بقول یوحنا خدا تھا۔ یا جب قرآن شریف میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف ایک کلمہ القا کیا تو اس سی یہ معنے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جسطرح یوحنا کی انجیل میں لکھا ہی کہ کلام مجسم ہوا یہی معنے قرآن شریف کے ان الفاظ کے بھی ہیں گویا کلمہ مجسم ہوکر مریم کے اندر داخل ہوگیا۔ اسی واسطے ڈاکٹر چیتو پادھیائی صحیح معنے کرنیکی بجائے کلمۃ القھا الی مریم کے یہ معنے کیے ہیں کہ ایک کلمہ تھا جو مریم کے اندر داخل کیا۔ پس ناظرین کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن شریف کے معنے کرنے میں یوحنا کی اصطلاحوں کو داخل کرنا سراسر نادانی ہی کیونکہ یہ تفسیر نہیں بلکہ معنوں کو عمداً بگاڑنا ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ کے معنوں کو سمجھنے کے لیے ہمیں یا تو قرآنی اصطلاحات کو دیکھنا چاہیئے اور یا زبان عربی کی اصطلاحات اور لغات کو اور ان خیالات یا عقاید کو اس میں دخل نہیں دینا چاہیئے جو پہلے سے ذہن میں جما رکھے ہیں۔ اسی اصول کے لحاظ سی ہم اب لفظ کلمہ کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ مسیح کے متعلق اس لفظ کے استعمال سی کیا مراد ہے۔ پہلے ہم اس بات پر بحث کریں گے کہ قرآن شریف کی رو سے وہ کونسی امور ہیں جو لفظ کلمہ کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ اس سے ڈاکٹر صاحب کے بیان کی اصل حقیقت معلوم ہوجائیگی۔ سب سے پہلے ہم اُس آیت کو لیتے ہیں جو ڈاکٹر مذکور نے دوسرے نمبر پر لکھی ہی۔ اور وہ یہ ہی۔ یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق پھر اس کے بعد متصل ہی مسیح ابن مریم کا ذکر شروع ہوجاتا ہے۔ اس آیت کے ربط و سیاق مضمون سی صاف عیاں ہو رہا ہی کہ اس کے مخاطب عیسائی لوگ ہیں اور انکو ہی یہ کہا گیا ہی کہ تم لوگ اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور خدا پر سچی بات کے سوا اور کچھ نہ کہو اور وہ اعتقاد جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہی مخفی نہیں رکھا گیا بلکہ ساتھ ہی اس کو اس کو

کلمہ کے مفہوم میں کونسی امور داخل نہیں

بھی کھول دیا ہے کہ لا تقولوا ثلٰثۃ "تم تثلیث کے قایل مت بنو" پس نتیجہ اس آیت کا یہ ہے کہ اس میں مسیح کے الوہیت کا جزو ثانی ہونیکی تردید کیگئی ہے اور اس کی خدائی سے انکار کیا گیا ہے۔ اس لیے اسی آیت کے جملہ کلمۃ القٰھا الی مریم کے خواہ کچھ ہی معنے لیے جاویں۔ لیکن ایسے معنے نہیں لیے جاسکتے جن سے مسیح خدائی کا حصہ دار بنتا ہو کیونکہ اسی کی تو تردید اس آیت میں کی گئی ہے۔ اور یہ آیت اسی تثلیث کی تردید اور تغلیط کے مضمون سے پُر ہے۔ اور اس میں تثلیث کو غلو فی الدین اور افترا علی اللہ کہا گیا ہے۔ اب چونکہ مسیح کی خدائی کا انکار اسی آیت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے اس لیے اس کے کسی لفظ کے ایسے معنے نہیں لیے جاسکتے جن سے مسیح کی طرف خدائی منسوب ہو سکے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی آیت میں اس کی خدائی کا انکار بھی کیا گیا ہو اور اسی آیت میں اس کو خدا بھی مان لیا گیا ہو۔ یعنی کلمہ کا مفہوم یہ رکھا گیا ہو کہ وہ خدا تھا یا خدائی کا شریک۔ اس آیت کے تو صاف طور پر یہی معنے ہیں اے اہل کتاب (نصاریٰ) مسیح کو خدا مت کہو۔ وہ تو صرف ایک رسول خدا ہے اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا۔ اور خدا کی طرف سے ایک روح تھی۔ تثلیث پر ہرگز ہرگز ایمان مت رکھو۔ کیونکہ خدا تو واحد لاشریک ہے۔ مسیح اس کا ایک عاجز بندہ ہے۔ اور وہ خود اقبال کرتا ہے کہ میں خدا کا ایک بندہ ہوں۔ اور اس بات میں وہ اپنا فخر اور اپنی عزت جانتا ہے کہ میں بندۂ خدا ہوں۔ اس کو اس کے اظہار میں شرم اور ندامت نہیں۔ وہ کیا بلکہ بڑے بڑے مقرب فرشتے بھی خدا کی بندے ہونیسے شرمندہ نہیں۔ بلکہ وہ اپنی عزت اسی حقیقت میں جانتے ہیں۔ اب یہ آیت اپنے الفاظ اور مفہوم میں ایسی صاف ہے، کہ اس کی کوئی اور تعبیر ممکن ہی نہیں۔ اس کے تمام اجزا مسیح کی الوہیت کی تردید پر زور دیتے ہیں اور اس اعتقاد کی مذمت کرکے اس سے عیسائیوں کو ہٹاتے ہیں۔ کاش ڈاکٹر صاحب اس ساری آیت پر غور کرتے اور اپنے ہی دل میں اس کو سوچتے اور خدا کا خوف کرکے حق کے پرکھنے کیطرف مائل ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ سراسر دروغ بیفروغ اور قرآن شریف کی شان میں نہایت پرلے درجہ کا ہتک آمیز کفر ہے۔ ایسی تشریحات سے انہوں نے یہ

ثابت کر دکھایا ہی کہ انہیں مسلمانوں کو جن کی رگ و ریشہ میں قرآن شریف نے توحید پھونک دی ہوئی ہی رنج دینا اور ستانا منظور ہی۔ کیونکہ قرآن شریف کی نسبت سب سے بڑی ہتک یہی ہی کہ اس کی نسبت کہا جائے کہ اس میں کوئی لفظ ایسا ہی جو مسیح کی الوہیت ثابت کرتا ہی۔

کلمہ کا مفہوم

اب اس بحث کے دوسرے پہلو کو لیتے ہیں یعنی یہ تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ کلمہ کے مفہوم میں کونسا امر داخل نہیں ہی۔ اب دوسرا سوال ہے کہ اس کے مفہوم میں کونسا امر داخل ہی۔ اور مسیح کی متعلق لفظ کلمہ کے استعمال سے کیا مراد ہے۔ واضح رہے کہ "کلمہ" ایک لفظ عربی زبان کا ہی جس کے معنی معروف ہیں خواہ وہ ایک لفظ ہو۔ یا ایک فقرہ ہو۔ یا ایک تقریر ہو۔ اب قرآن شریف میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون۔ یعنی اس کا حکم ایسا ہے کہ جب کسی شے کیلیے ارادہ کرتا ہی تو اس کے لیے کہتا ہی ہو جا پس وہ ہو جاتی ہی۔ گویا یہ کن ایک کلمہ ہی جس کے کہنے سے اللہ تعالیٰ ہر ایک شے کو پیدا فرماتا ہی۔ اور اسی کیفیت کی وجہ سے تمام مخلوق کو کلمۃ اللہ کہا جاتا ہی۔ کیونکہ ہر ایک شے کی پیدائش خدا کے کلمہ کن سے ہوتی ہی۔ اور مخلوقات کی انتہا اور حد نہیں اسی وجہ سے قرآن شریف میں لکھا ہی قل لو کان البحر مدادًا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا۔ یعنی اگر میرے رب کے کلمات کیلیے سمندر سیاہی ہو جائیں تو وہ کلمات اتنی کثرت سے ہیں کہ یہ سارے سمندر بلکہ ان جیسے کئی اور سمندر بھی ختم ہو جائیں پر کلمات ختم نہ ہونے پائیں۔

مسیح کو کلمہ کیوں کہا گیا

البتہ اس جگہ کوئی شخص یہ سوال کر سکتا ہی کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کو خصوصیت سے کلمہ کہا گیا ہی۔ سو اس بات کو سمجھنا چاہیئے کہ کلمہ اس کو اس لیے نہیں کہا گیا کہ اس کی الوہیت ثابت کیجائے۔ کیونکہ خود لفظ کلمہ سے کسی کی الوہیت کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مسیح کی بارہ میں تو صرف اس لفظ کو اس کی پیدائش کی طرف اشارہ کر کے اس پر استعمال کیا گیا ہی۔ اس موقع پر اگر ناظرین ذرا ان آیات پر نگاہ ڈالیں گے جو اس کی پیدائش کے متعلق ہیں تو انپر عیاں ہو جائیگا کہ یہ لفظ مسیح کی حق میں کیوں استعمال کیا گیا ہی۔ چنانچہ جس آیت میں مسیح کو کلمہ کہا گیا ہی اس کے

ساتھ ہی یہ آیت آتی ہے۔ قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر۔ قال کذلک اللہ یخلق مایشاء۔ اذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون۔ یعنی جب فرشتوں نے مریم کو خبر دی کہ خدا نے تجھے بیٹے کی بشارت دی ہے تو وہ متعجب ہوئی اور کہنے لگی اے میرے رب میرے ہاں کیسے بیٹا ہو سکتا ہے مجھے تو ابھی تک کسی بشر نے چھوا بھی نہیں۔ خدا نے کہا کہ میں جسے چاہتا ہوں پیدا کر دیتا ہوں۔ کیونکہ خدا جب کسی امر کا فیصلہ کر دیتا تو اتنی ہی بات کہتا ہے کہ (کن) ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی پیدائش ایک ایسے اعجازی رنگ میں ہوئی تھی کہ جس میں باپ کا دخل نہ ہوا۔ اور اس لیے اس کو کلمہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ معمولی طرز پر باپ کے نطفہ سے ماں کے شکم میں نہ آیا اور وہ اس معمولی طریق سے حاملہ نہ ہوئی بلکہ خدا کے کلمہ کن سے حاملہ ہوئی اس لیے اسے کلمہ کہا گیا۔

مسیح کی مماثلت آدم سے

اسی کی تائید قرآن شریف کی دوسری آیات بھی کرتی ہیں۔ چنانچہ جو آیات اوپر لکھی گئی ہیں انہیں کے سلسلہ میں آگے چلکر جو آیت آتی ہے اس میں مسیح کی پیدائش کو آدم کی پیدائش کے مشابہ کہا گیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم۔ خلقہٗ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنی "اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثل آدم کی مثل سی ہے اسے اس نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر کہا کہ ہو جا بس وہ ہو گیا۔" یہاں دونوں کی پیدائش کا ذکر ہے اور دونوں پیدائشوں کو ہمرنگ اور ایک دوسرے کے مشابہ بیان کیا گیا ہے۔ دونوں کی نسبت کہا گیا ہے کہ خدا نے انکو کن کہکر پیدا فرمایا۔ گویا بالفاظ دیگر صرف کلمہ الٰہی سے یہ دونوں پیدا ہوئے۔ لیکن مسیح کی الوہیت کا اس میں کوئی ثبوت نہیں مل سکتا کیونکہ اگر کلمہ کے خطاب سے الوہیت قائم ہو سکتی ہے تو پھر مسیح سے بڑا خدا آدم کو ماننا چاہیئے لیکن آدم کی نسبت کبھی عیسائیوں یا موسائیوں نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ وہ خدا تھا یا خدائی کی کسی جزو میں شریک تھا۔ پس اگر آدم خدا نہیں تو مسیح بھی خدا نہیں۔ اور اگر مسیح خدا ہے تو آدم اس سے بڑا خدا ہے کیونکہ یہ تو صرف بغیر باپ پیدا ہوا۔

پر آدم کی پیدائش باپ اور ماں کے بغیر ہوئی۔ قرآن شریف کی آیت بالا کا یہی مقصود ہے کہ کوئی مخلوق خدا خدا نہیں ہو سکتی۔ پس مسیح بھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کی نرالی پیدائش اس کی خدائی کے لیے کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ آدم کی اس سے بھی نرالی پیدائش اس کی خدائی کیلیے کوئی دلیل نہیں مانی گئی۔ دراصل کلمہ کہنے سے تو مراد یہ ہے کہ وہ خدا کی ایک مخلوق ہے اور مخلوق کہنے میں اس چیز یا فرد کی خالقیت یا خدائی کا خود انکار ہے۔ پس مسیح کو کلمہ کہنا بالفاظ دیگر اسکی خدائی کا انکار ہے نہ کہ اقرار جیسا کہ ڈاکٹر چیتو پادھیا نے خیال کیا ہے۔

مفسرین کے اقوال

اس مضمون پر ناظرین کی وسعت معلومات کیلیے ہم بعض مفسرین کی رائے بھی اس بارے میں کہ کلمہ کا لفظ مسیح پر کس وجہ سے بولا گیا ہے لکھتے ہیں۔ سب سے پہلی وجہ جس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے یہ ہے کہ چونکہ وہ بن باپ صرف خدا کے کلمہ کن کہنے سے پیدا ہوا اس لیے اس کو کلمہ کہا گیا ہے۔ بعض مفسروں کی یہ رائے ہے کہ چونکہ مسیح احکام الٰہی کی تبلیغ اور مخلوق کو وعظ کرنے میں تھکتے نہ تھے اور ہمیشہ لوگوں میں تبلیغ کرتے رہتے تھے اس لیے انکو کلمہ کہا گیا۔ اور چونکہ عربی زبان میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی صفت میں بہت سبقت حاصل کر لیتا ہے تو اس وقت اس کو وہ صفت مجسم ہی کہتے ہیں جیسے ایک بڑے سخی اور فیاض کو جود کہتے ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی کی کثرت سے تبلیغ کی وجہ سے مسیح کو بھی کلمہ کہا گیا۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ مسیح کی آمد کے متعلق بہت عرصہ پہلے سے پیشگوئیاں چلی آتی تھیں اور اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انکی آمد کی پیشگوئیاں کرتے چلے آئے تھے اس مناسبت کی وجہ سے کہ انکی نسبت بہت عرصہ پہلے سے خدا کے انبیاء کہتے چلے آئے تھے انکو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ گویا مسیح کو اس لیے کلمہ کہا گیا ہے کہ آپ سے بہت عرصہ پہلے خدا کے نبی آپکی نسبت خدا سے پیشگوئی پاکر کلام کرتے چلے آئے تھے۔ یہ ہے لب لباب تمام اقوال مفسرین کا۔

ایک اور معنی

اس جگہ ہم ایک اور معنے بھی لکھتے ہیں جو قرآن کریم کے الفاظ پر چسپاں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ سورۃ آل عمران کی چالیسویں آیت میں حضرت مریم کو مخاطب کر کے کہا گیا ان اللہ

یبشرک بکلمۃ منہ جس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ اپنے ایک کلمہ یعنی پیشگوئی کے ذریعہ تجھے بشارت دیتا ہے۔ وہ بشارت ایک بیٹے کے متعلق تھی جس کا نام بھی پیشگوئی میں بتا دیا گیا ہے اور اگرچہ اس جگہ بیٹے کا لفظ موجود نہیں مگر دوسری آیت میں موجود ہے اور قرائن سے یہاں بھی صاف معلوم ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس کے آگے اس کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے۔ اسی مضمون کی تائید سورۃ مریم کی آیت ۱۳ سے ہوتی ہے۔ اور پھر سورۃ النساء کی آیت ۱۶۹ میں لکھا ہے۔ کلمۃ القٰھا الیٰ مریم۔ اس سے بھی یہی معنے ثابت ہوتے ہیں۔ اس میں کلمہ کے ساتھ فعل القٰی ہے۔ القا میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا۔ قرآن شریف میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے اور اس میں ہر جگہ اس لفظ کے معنے الہام کرنیکے ہیں۔ پس اس کا صاف طور پر یہی مطلب ہے کہ مسیح اس پیشگوئی کے ایفا میں پیدا ہوا تھا جو خدا نے مریم پر منکشف فرمائی تھی۔

روح منہ اللہ
خدا نہیں ہو سکتا

۲۔ روح اللہ:۔ اسلام کے مخالف پادری مصنفوں کی نقش قدم پر ڈاکٹر مذکور نے بھی الوہیت مسیح کے ثبوت میں اس امر کو پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں مسیح کو روح منّ اللہ کہا گیا ہے اور کہ یہ خاصہ مسیح ہے اور اس کی الوہیت کی دلیل ہے۔ اس نے انگریزی میں اس کا ترجمہ ”خدا کی روح“ کیا ہے۔ اگرچہ اس بیان سے بھی مسیح کی خدائی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کلمہ ”کا“ جس کے مترادف انگریزی میں ”آف“ لکھا ہے اضافت تملیکی کا مظہر ہے نہ کہ عینیت کا ثبوت۔ اور ہر ایک شے خدا کی ہے۔ لیکن ڈاکٹر مذکور نے اپنی طرف سے التباس کرنے میں فرق نہیں کیا۔ اور اصل متن قرآن کو محرف کرنیکی کوشش میں یہاں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ مسیح کی نسبت قرآن شریف میں صرف ایک جگہ پر سورۃ النساء کی آیت ۱۶۹ میں روح کا لفظ بولا گیا ہے۔ لیکن وہاں اس کی خدائی ثابت کرنیکے لیے نہیں۔ بلکہ اس کی ولادت پر سے مخالفین کے اعتراضوں کو دور کرتے اور اس کی ولادت کو جائز ثابت کرنیکے لیے ہے۔ وہ ٹکڑہ آیت کا یہ ہے۔ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ و کلمۃ القٰھا الیٰ مریم و روح منہ۔ یہاں صاف طور پر ”روح منہ“ لکھا ہے یعنی عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا ایک رسول تھا

.... اور اس کی طرف سے ایک روح تھی - اب اصل الفاظ قرآنی یعنی "خدا کی طرف سے ایک روح" کوئی خصوصیت حضرت مسیح کی ظاہر نہیں کرتے - اسی قسم کے الفاظ قرآن کریم میں اوروں کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیت فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له سٰجدین - دو موقعوں پر حضرت آدم کے لیے آئی ہے ایک سورہ حجر آیت ۲۹ اور دوسرے سورہ ص آیت ۷۲ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "جب میں نے اس کی شکل برابر کر لی اور اس میں اپنی روح پھونکدی تو تم نے اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا"۔ اب اس آیت میں کھلے طور پر لکھا ہے کہ خدا فرماتا ہے میں نے اس میں "اپنی روح پھونکدی"۔ اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ "تم اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ"۔ اب ناظرین اس عبارت میں جو آدم کی نسبت ہے اور اس میں جو مسیح کی نسبت ہے فرق بین دیکھ لیں وہاں تو "روح منه" ہے اور یہاں "روحی" ہے یعنی خدا کہتا ہے کہ میری روح اور وہاں کسی کو سجدہ کرنیکا حکم نہیں یہاں فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ - پس اگر "روح منه" مسیح کی خدائی کی دلیل ہو سکتی ہے تو پھر روحی اور فقعوا له سٰجدین تو آدم علیہ السلام کی خدائی کے لیے اس سے بہت بڑھکر مضبوط دلیل ہے اور اگر اس دلیل کی بنا پر مسیح خدا ہے تو آدم تو اس سے بھی بڑا خدا ثابت ہوتا ہے - لیکن باوجود اس کے آدم علیہ السلام کو عیسائی لوگ خدا نہیں مانتے اور ان دلائل کو اس کی خدائی کا ثبوت نہیں ٹھہراتے اور سمجھتے - پس یہ کیسی نامعقول بات ہو گی کہ بحالات مذکورہ بالا مسیح کو خدائی میں حصہ دار ٹھہرایا جائے - افسوس کہ عیسائی صاحبان ہر بات سے مسیح کی خدائی نکالنے کی عجلت کرتے ہیں - اور اس زبردست خدائے برحق کا کچھ خوف نہیں کرتے جس کے قبضہ میں مسیح اور اس سے بھی بڑے بڑے انسان ہیں۔

روح کا لفظ صرف مسیح اور آدم پر ہی نہیں آیا۔ بلکہ تمام نوع انسان کے متعلق اس کا استعمال قرآن شریف میں موجود ہے چنانچہ آیت ذیل نمونہ کے لیے پیش کیجاتی ہے وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهین

ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ۔ ترجمہ (خدانے) انسان کو مٹی سی پیدا کرنا شروع کیا پھر حقیر پانی کے نچوڑسے اس کی نسل بنائی۔ پھر اسی شکل دی اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ دیکھو سورہ سجدہ آیت ۷-۸۔ اب ظاہر ہو کہ تمام نوع انسان میں خدانے اپنی روح پھونکی۔ اگر یہی خدا کی روح دلیل خدائی ہو توپس ہر انسان ایک خدا ہو اور مسیح کا رقیب ہے۔ پھر اس کی ماسوا سورہ مریم میں جو فرشتہ مریم کی طرف بشارت لیکر آیا اس کو بھی وہاں خدا کی روح لکھا ہو۔ فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا۔ پس ان تمام دلائیل سی یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ "روح منہ" مسیح کی خدائی کی دلیل نہیں ہوسکتی نہ وہ خدائی کے تثلیث کا حصہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہو۔ اور نہ وہ معمولی طبقہ بشریت سے اوپر ایک قدم رکھ سکتا ہو۔ وہ ایک معمولی ذی روح تھا۔ جس کے ساتھ تمام حوائج ولوازم بشریت لگے ہوئے تھے۔

۳۔ **تشفیع**:۔ دین اسلام میں شفاعت کا مسئلہ ایک نہایت صاف اور معقول مسئلہ ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور افضلیت میدان نبوت میں ہر ایک پہلو سے مسلم ہو۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے کوئی بھی آپکے فضائل سی برابری نہیں کرسکتا۔ تمام انبیاءؑ علیٰ قدر مراتب ستارے ہیں اور وہ قمر منیر ہو۔ اگر دوسرے قمر ہیں تو وہ آفتاب عالمتاب ہے۔ وہ فارقلیط اور کونے کا پتھر ہے۔ وہ ہدایت اور معرفت کی تعلیم دینے میں سب سے اکمل واتم ہو۔ ؎ محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں۔ محمدؐ است فروزندہ زمین و زماں۔ خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا۔ خدا نماست وجودش برائے عالمیاں۔ پس شفاعت کے لیے سب سے بڑا حق اور مدار اسی سردار عالمین پر ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی سب سے بڑھکر اور سب سے بڑے شفیعِ روز محشر آنحضرت صلعم ہیں۔ اور پھر دوسرے انبیاءؑ اور مقدس بندگانِ خدا بھی علیٰ قدر مراتب شفیع ہوں گے۔ ڈاکٹر چیتو پادھیا نے سورہ آل عمران کی آیت ۴۵ وجیھا فی الدنیا والاخرۃ پیش کرکے اس کی تفسیر میں بیضاوی کا ایک قول کہ

مسئلہ شفاعت

"اس دنیا میں نبی اور آیندہ دنیا میں شفیع" اقتباس کیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکالا ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مسیح ہی ہمارا شفیع ہوگا۔ ہمیں تو افسوس کرتے ہوئے بھی افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ کس عقلمندی کے مدعی ہیں کہ معمولی معمولی سیدھی باتوں کا بھی الٹا ہی نتیجہ نکالتے ہیں۔ کیا وجیھًا فی الدنیا والاٰخرۃ سے معقولیت اور دیانت کے ساتھ یہی نتیجہ نکل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! پھر ڈاکٹر صاحب نے بیضاوی کے سب الفاظ نہیں لیے بلکہ جو لفظ اپنے مطلب کے خلاف تھے انکو چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہاں بھی ساتھ ہی لکھا ہے کہ حضرت مسیح دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنی امت کے مستحق لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ نہ تو قرآن شریف میں ہی کہیں یہ لکھا ہے کہ مسیح تمام دنیا کا شفیع ہوگا اور نہ کسی تفسیر و حدیث میں ایسا وارد ہے جس عبارت کو ڈاکٹر مذکور نے پیش کیا ہے اس کو ہم نے ناظرین کے پیش کر دیا ہے۔ جس لفظ عربی سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ وجیہ ہے۔ لیکن یہ لفظ نہ تو ان معنوں کی تائید کرتا ہے اور نہ ہی مسیح کا خاصہ ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں اور برگزیدوں کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے چنانچہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۶۹ وکان عند اللہ وجیھا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی لفظ وجیہ آیا ہے کہ وہ خدا کے نزدیک وجیہ تھا۔ پس اگر شفاعت عالم کا مدار وجیہ کے خطاب میں ہی محصور ہے تو پھر موسیٰ علیہ السلام بھی شفیع العالمین سمجھے جانے چاہییں۔ ہمیں اس امر کے بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ ہم مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام کو شفیع مانتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور مسیح بھی چونکہ ایک نبی ہی تھے اس لیے وہ بھی اسی طرح شفیع امت ہوں گے۔ اور انکی نسبت یہ کہنا کہ وہ شفیع ہے یہ معنے نہیں رکھ سکتا کہ گویا وہی شفیع ہے اور دوسرا کوئی نہیں۔ یہ محض غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

خدا کا مقرب ہونے میں مسیح کی خصوصیت نہیں

۴۔ **خدا کا قرب**: مسیح کی چوتھی خصوصیت جو ڈاکٹر مذکور نے لکھی ہے یہ ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو تمام دوسرے انبیاء اور مقربین سے بڑھکر خارق عادت قرب الٰہی حاصل ہے اور اس بیان کی بنا ومن المقربین پر رکھی ہے۔ یہاں آیت قرآنی میں

کلمہ مِن پڑا ہوا ہے جو بعضیہ کہلاتا ہے۔ اور جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی مقربوں کی جماعت میں سے ایک فرد ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہی مقرب ہے اور دوسرا کوئی نہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب مذکور نے اس بیان کو اس غرض کے لیے لکھا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے اس قرب الٰہی کا ثبوت دیں جو دوسرے انبیاء و صالحین کو حاصل ہوتا ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں لیکن انکو اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسا قرب مسیح ہی کو نہیں بلکہ تمام راستبازوں کو حاصل ہے اور اگر ایسا قرب دلیل الوہیت ہو سکتی ہے تو پھر ایک مسیح کیا لا انتہا تعداد مقربین کی خدائی کی مسند پر بٹھائے جانے چاہییں۔ اور ملک السمٰوات والارض ان میں تقسیم کر دینا چاہیئے۔ کم سے کم اتنا تو انکو سوچنا چاہیئے تھا کہ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ میں تو ایک کثیر جماعت مسیح کی ہم پلہ اور ہم رتبہ ثابت ہوتی ہے۔ اس سے اسکی خدائی کے لیے خصوصیت تو کوئی نکل نہیں سکتی۔ پھر اس بات کو بھی سوچتے کہ مقربین کا لفظ ایک اسی جگہ قرآن شریف میں نہیں آیا۔ بلکہ بہت جگہوں میں آیا ہے۔ دیکھو سورۃ الواقعہ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اور فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ اور سورۃ التطفیف كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ اور عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یہ تمام آیات صاف بتاتی ہیں کہ مقرب ہونے میں حضرت مسیح کو کوئی ایسی خصوصیت حاصل نہیں جو دوسرے برگزیدوں کو حاصل نہ ہو۔

۵۔ روح القدس سے حاملہ ہونا:۔ روح القدس سے حاملہ ہونیکا اعتقاد عیسائیوں کا ہے قرآن شریف میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ مگر ڈاکٹر چتو پادھیا کا یہ خیال ہے کہ گویا قرآن شریف میں یہ لکھا ہے کہ مسیح کنواری مریم کے رحم میں روح القدس سے حمل کے ذریعہ سے پیدا ہوا تھا۔ جن آیات سے ڈاکٹر صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے ہم اس جگہ انکو لکھ کر ڈاکٹر صاحب کی غلطی ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا۔ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ

حضرت مسیح کا روح القدس سے حاملہ ہونا نہیں بلکہ محض خدا کی قدرت سے

ربك هو علی هین (سورہ مریم آیت ۱۷-۲۰) یعنی ہم نے اس (مریم) کی طرف اپنی روح بھیجی۔ پس وہ اس پر پوری بشر کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ مریم نے کہا میں رحمٰن خدا سے تیری سے بچنے کیلئے پناہ مانگتی ہوں اگر تو اس سے ڈرنیوالا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو تیرے رب کا ایک رسول اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک زکی لڑکا دوں۔ مریم نے کہا کہ مجھے کیسے لڑکا ہو سکتا ہے کیونکہ مجھے تو کسی بشر نے چھوا بھی نہیں اور میں بدکار بھی نہیں اس نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا (یعنی تیرے ہاں ضرور ایک لڑکا ہوگا) تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے" اسی طرح ایک اور جگہ پر آیا ہے۔ اذ قالت الملٰئکة یا مریم ان اللہ یبشرك بکلمةٍ منه اسمه المسیح عیسی ابن مریم × × × قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشرٌ. قال کذٰلك اللہ یخلق مایشاء اذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکون (سورۃ اٰل عمران آیات ۴۰ تا ۴۲) ترجمہ جب فرشتہ نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے اپنے ہاں سے ایک کلمہ کی بشارت دی ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ × × × اس پر مریم نے عرض کیا اے میرے رب مجھے کیسے بیٹا پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ مجھے تو کسی بشر نے چھوا نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور جب کسی امر کا فیصلہ کر دیتا ہے تو وہ صرف کُن (یعنی ہو جا) کہتا ہے۔ اور وہ چیز ہو جاتی ہے" پادری صاحب کا زور انہی دونوں آیتوں پر تھا۔ لیکن ان میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ حضرت مریم روح القدس سے حاملہ ہو گئی تھیں اور نہ ہی کنایہ اور تاویل بعیدہ سے ہی الفاظ قرآنی کے معنوں سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلی آیت میں لکھا ہے کہ خدا کی روح آدمی کی شکل میں مریم پر ظاہر ہوئی۔ لیکن اس آیت میں روح سے مراد وہی فرشتہ ہے جو دوسری آیت سے واضح ہوتا ہے۔ اس کے ماسوا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مریم کو فرشتہ یا روح نے یہ بشارت رؤیا میں سنائی اور رؤیا ہی میں اس نے اس کو بشکل آدم دیکھا۔

ان الفاظ سے بھی کہ "میں تجھے ایک بیٹا دونگا" یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ مریم روح القدس سے حاملہ ہوئی۔ کیونکہ روح یا فرشتہ تو صرف خبر لانیوالا تھا اور اس کی گفتگو سے سوائے بشارت دینے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں ایک اور آیت ہو جو انہوں نے

کسی وجہ سے اپنے مضمون میں نہیں لکھی اور وہ ہے والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا یعنی وہ عورت جس نے اپنے شرمگاہ کو بچایا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی لیکن ان الفاظ سے بھی مریمؑ کا روح القدس سے حاملہ ہونا نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ یہی لفظ قرآن شریف میں کئی مقامات پر حضرت آدم کے لیے بولے گئے ہیں چنانچہ سورہ ص کی آیت ۷۲۔ کہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین اور سورۃ الحجر میں بھی یہی آیت نمبر ۲۹ پر آئی ہے جس کا ترجمہ ہے "جب میں اس کی پوری شکل بنالوں اور اس میں اپنی روح...... نفخ کرلوں تو تم سب سجدہ میں اسکے آگے گر پڑنا"

یہی کچھ ہیں قرآنی آیات جن سے زیادہ سے زیادہ پادری لوگ اپنا مطلب نکال سکتے ہیں۔ لیکن ایک بھی حرف قرآن مجید میں ایسا نہیں کہ جس سے اس بات کا کسی طرح ثبوت مل سکے کہ مریم روح القدس سے حاملہ ہوگئی تھی یہ اعتقاد تو قرآنی تعلیم کے سراسر مخالف ہے۔ ہاں عیسائی صاحبان کا یہ اعتقاد ہے سو وہ اپنی کتابوں سے جو مطلب چاہیں نکالیں قرآن شریف کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر بھی وہ اپنا مطلب نہیں نکال سکتے۔

۶۔ عصمت: ڈاکٹر چیتو پادھیا نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح معصوم اور گناہوں سے پاک پیدا ہوئے تھے۔ اور اس مفروضہ اعتقاد کو قرآنی اعتقاد بنا کر اس کو اسکی الوہیت کی ایک محکم دلیل ٹھہرایا ہے۔ اس کی تائید میں آیت انا رسول ربك لاھب لك غلاما ذکیا (سورۃ مریم - ۱۹) ترجمہ (فرشتہ نے مریم سے کہا) میں تیرے رب کا رسول ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں" پیش کرتے ہیں۔ یہاں جس عربی لفظ پر ڈاکٹر صاحب نے استدلال کی بنا قایم کرتے ہیں وہ ذکی ہے۔ لیکن یہ ایسا لفظ نہیں کہ جو صرف مخصوص طور پر مسیح پر ہی بولا گیا ہو بلکہ قرآن شریف میں اور مقامات پر بھی آیا ہے۔ چنانچہ جہاں یہ آیت واقع ہے اس سے چند آیات ہی پہلے اسی قسم کا لفظ حضرت یحییٰ (جس کو عیسائی یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں اور جس کے ہاتھ سے مسیح نے بپتسمہ پاکر اس کی مریدی اختیار کی تھی) کے حق میں آیا ہے۔ چنانچہ وہ آیت یہ ہے

زکی کے لفظ کا استعمال مسیح سے مخصوص نہیں عام ہے

یا یحییٰ خذ الکتٰب بقوۃٍ و اٰتینٰہ الحکم صبیا۔ وحنانا من لدنا و زکوٰۃ وکان تقیا۔ ترجمہ۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوط طور پر قبول کرو۔ اور ہم نے اُسے بچپن ہی میں حکمت اور رحم آمیز طبع اور پاکیزگی اپنے ہاں سے دی؛ واضح رہے کہ اس موقع پر جس لفظ کا ترجمہ پاکیزگی کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ اور یہ حضرت یحییٰ کی صفت میں بیان کیا گیا ہے۔ زکی اور زکوٰۃ دونوں ایک مادہ سے ہیں اور ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ مسیح بھی مزکی لڑکا تھا اور یحییٰ بھی مزکی لڑکا تھا دونوں اس مرتبہ میں برابر تھے پس اگر زکی ہونا دلیل الوہیت ہو سکتی ہے تو دونوں مساوی الرتبہ بزرگ الوہیت کے شریک اور حقدار ہیں۔ مگر ہم حضرت یحییٰ کے حال کو اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ زکی لفظ ایسا عظیم الشان نہیں کہ جو عام انسانی سوسائٹی کے طبقات سے ورا مفہوم رکھتا ہو۔ قرآن شریف میں تو ایسے بچوں پر بھی یہ لفظ بولا گیا ہے جو غیر نبی تھے چنانچہ سورۃ الکہف کی آیت ۷۳ میں ہے۔ اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس۔ یعنی ایک عظیم الشان انسان جس کا نام موسیٰ تھا وہ اپنے مخاطب کو کہتا ہے کہ کیا تُونے ایسے نفس کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا ہے جو زکی ہے؟ پھر وہ مخاطب اپنے اس فعل کی تشریح کرتا ہے واما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا وکفرا۔ فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرا منہ زکوٰۃ و اقرب رحما یعنی اور وہ لڑکا جو تھا اس کے ماں باپ صالح تھے۔ ہم کو اس بات کا خوف ہوا کہ وہ کفر اور بغاوت میں مبتلا ہو کر انکی عزت کو برباد نہ کرے۔ پس ہمنے ارادہ کیا کہ انکا رب اس کی بجائے انکو اور لڑکا بدلے میں دے جو زکی ہونے میں اس سے بہتر اور رحم میں اقرب ہو۔" اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ایک ایسے لڑکے کو زکی کہا گیا ہے جسکے حالات سے وہ واقف نہیں۔ اور انکا مخاطب اس کے بُرا ہو کر طاغی اور کافر ہونے پر اطلاع رکھتا ہے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی بات کی تردید کرتا ہے لیکن اس امر کی تردید نہیں کی کہ ایسے لڑکے کو زکی مت کہو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ خدا اسکے والدین کو ایسا بیٹا دیگا جو اس کی نسبت زکی ہونے کی صفت میں بہتر ہوگا۔ پس زکی کا استعمال کسی بچے کے حق میں اس کی خدائی کی دلیل نہیں ہو سکتی

زکی ہونا جس کو پادریصاحبان نے عصمت سے تعبیر کیا ہی ایک ایسی صفت ہے جس کی موجودگی اور معدومیت اور ترقی وتنزل ممکن ہیں۔ ترقی وتنزل کا ثبوت تو قرآن شریف نے ہی دیدیا ہے کیونکہ جب کہا ہی کہ اسکو والدین کو خدا ایسا بیٹا دیگا جو زکی ہو نہیں اس سے بہتر ہوگا۔ تو پس یہ مقابلہ ظاہر کر رہا ہی کہ اس میں ترقی وتنزل کا دخل ضرور ہی۔ یہ کوئی مسیح کا ہی خاصہ نہیں کہ وہی زکی پیدا ہوا بلکہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہی تو اس وقت زکی ہی ہوتا ہی۔ اور عام طور پر اسکو معصوم کہتے ہیں۔ کوئی قوم ومذہب اس اعتقاد کے برخلاف اور اعتقاد نہیں رکھتی۔ اسی لیے بچوں کے افعال کیلیے کوئی قیود اور تعزیرات بھی مقرر نہیں ہوتیں۔ البتہ بعد میں ایک ایسا زمانہ آجاتا ہی کہ وہ زکی نہیں رہتے۔ یا اس رتبہ میں کم ہوجاتے ہیں۔

ایک اور بات بھی قابل غور ہی کہ حضرت یحییٰ کی نسبت جو صفت زکی ہونیکی بیان کیگئی ہی اس کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ عطیہ انکی ذات کیلیے تھا۔ اور اس میں انکی آیندہ زندگی کی پاکیزگی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن جو خطاب حضرت مریمؑ کو لاھب لك غلاما زکیا۔ کا ہوا ہے اس کا اثر فعلیہ طور پر حضرت مریم پر ہے۔ اور وصفی طور پر حضرت مسیح پر۔ یعنی فعلیہ طور پر اسطرح سے کہ حضرت مسیح کی اعجازی پیدائش کو دیکھکر یہودیوں سے اور تو کچھ نہ بن پڑا انہوں نے حضرت مریم کے چال چلن پر ناگفتہ بہ الزام لگانے شروع کردیئے۔ چنانچہ اس کا ذکر قرآن شریف میں چند موقعوں پر آیا ہی۔ یعنی (نعوذ باللہ) یہ الزام لگاتے تھے کہ گویا یہ بچہ ولادت جائز سے پیدا نہیں ہوا۔ چونکہ انکی پیدائش کسی مکروہ اور خبیث طریق سے نہ ہوئی تھی۔ اور مریمؑ کے چال چلن پر کوئی داغ نہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انکو اس الزام کی تردید پہلے سے ہی کر چھوڑی کہ مخالفین کا اعتراض انکی ولادت کی نسبت غلط ہوگا۔ مریمؑ تو اپنے چال چلن میں بے عیب ہے؛ اور مسیح پر اسکا یہ اثر تھا کہ یہودیوں کے ہاں حرامزادہ بچوں کو ناپاک سمجھا جاتا تھا۔ یہانتک کہ انکے ہیکل میں قدم رکھنے سے ہیکل ناپاک ہو جاتی تھی۔ بلکہ ان کی دس پشتیں ناپاک ہوتی تھیں اور انکی دس پشتوں تک کوئی ہیکل میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ (دیکھو کتاب استثنا ۲۳/۲)

اصل غرض مسیح کو زکی کہنے کی حضرت مریم کی بریت ہی

چونکہ ناپاکی ایک الزام تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس الزام سے بری ہونیکی خبر دی۔ اس احسان الٰہی کا ناجائز فائدہ اُٹھانا اور اس کو مسیح کی خدائی کے لیے دلیل ٹھہرانا پرلے درجہ کا ظلم ہے۔

۷۔ آیۃ للناس۔ ورحمۃ منا۔ (لوگوں کیلیے نشان۔ اور خدا سے رحمت)

رحمت العالمین نبی کریم ہے

ڈاکٹر چتو پادھیا نے مسیح کی خدائی کی دلائل میں قرآن شریف سورہ مریم کی آیت ۲۱ بھی نقل کی ہے جو اس طرح پر ہے ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا۔ (اور ہم اسے ان لوگوں کے لیے نشان بنائیں گے اپنی طرف سے رحمت بنائیں گے۔) یہاں ناس کے ماقبل الؔ ہے اور اس کے معنے تخصیص کے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے آیت اور رحمت بنیگا جو اس وقت مخاطب تھے۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ تمام دنیا کے لیے ایسا ہوگا۔ اس قسم کے مطالب کو ظاہر کرنیکے لیے قرآن شریف میں لفظ عالمین آیا ہے۔ اور ایک ہی ہے جو اولین اور آخرین کیلیے رحمت بنایا گیا جس کا نام (دہ ہزار بشویم دہن بمشک وگلاب۔ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست) سب سے پیارا نام۔ مقدس اور معزز نام محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جس کو رحمۃ للعٰلمین کا خاص اور خطاب دیا گیا ہے کوئی نہیں جو اس کے سامنے دم مار سکے۔ پس اگر مسیح ایک خاص قوم کے لیے رحمت تھے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا کے لیے رحمت قرار دیئے گئے ہیں۔ پس رحمت ہونا خدائی کی دلیل نہ ہوئی۔

لفظ آیت کا عام استعمال

ڈاکٹر صاحب نے مسیح کو خدا بنانیکے لیے لفظ آیت پر بہت زور دکھایا ہے۔ مگر انکی تنگ نظری نے انکو اتنا دیکھنے نہیں دیا کہ یہ ایک معمولی لفظ ہے جو قرآن شریف میں بکثرت آیا ہے جس کو ایک ایسا آدمی جس نے سطحی طور پر بھی قرآن شریف پر نظر ڈالی ہو سمجھ سکتا ہے۔ ہم اسجگہ ان چند آیات کو نقل کر دیتے ہیں جنمیں یہ لفظ آیت اوروں کیلیے آیا ہے وہ آیتیں یہ ہیں۔ (۱) وجعلنا الیل والنھار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النھار مبصرۃ۔ ترجمہ اور ہم نے رات اور دن دو آیتیں بنائی ہیں رات کی آیت کو ہم محو کرتے ہیں اور دن کی آیت کو روشن کرتے

ہیں (سورہ اسرار - آیت ۱۳) (۲) ام حسبت ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا - ترجمہ - کیا تُو نے گمان کیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب آیات میں سے تھے - (سورۃ الکھف آیت ۸) (۳) ان فی خلق السمٰوات والارض و اختلاف الیل والنھار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللّٰہ من السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابة - وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیات لقوم یعقلون - ترجمہ تحقیق آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کے اختلاف میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں - اور بارش میں جو خدا آسمان سے نازل کرتا ہے اسکے ساتھ مردہ زمین جی اُٹھتی ہے - اور چار پاؤں کو زمین پر پھیلا نیمیں - اور ہواؤں کو چلانیمیں اور بادلوں میں جو آسمانوں اور زمین کے درمیان خدمتگذاری کیلیے پابند ہیں سمجھنے والوں کے لیے آیات ہیں - (سورۃ البقرہ - ۱۵۹) - ان قرآنی حوالوں میں صاف طور پر آیت کا لفظ جابجا لکھا ہے اور جنکی نسبت لکھا ہے انکی خدائی کی کوئی دلیل نہیں سمجھی گئی - اگر یہ سارے حوالے ڈاکٹر صاحب کو تسلّی دینے کے لیے کافی نہ ہوں تو ایک اور حوالہ قرآن شریف کی سورۃ البقرہ آیت ۲۶۱ کا دیتے ہیں اور وہ یہ ہے - اوکالذی مر علی قریة وھی خاویة علی عروشھا - قال انی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماته اللّٰہ مائة عام ثم بعثه - قال کم لبثت - قال لبثت یوما او بعض یوم - قال بل لبثت مائة عام - فانظر الی طعامك و شرابك لم یتسنه - وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیة للناس - ترجمہ - یا اس آدمی کی طرف (غور کرو) جو ایک ایسی قصبہ کے پاس سے گذرا جو اُجڑا ہوا تھا - اس نے کہا کہ اس اُجڑی ہوئی شہر کو اسکی موت کے بعد خدا کیسے زندہ کریگا - پس خدا نے اسے ایک سو برس مار دیا اور پھر اسکو اُٹھایا اور پوچھا کہ تم کتنا عرصہ رہے ہو - اس نے جوابدیا کہ میں تو ایک دن یا دن کا کوئی حصّہ ہی رہا ہوں - خدا نے کہا نہیں! بلکہ تُو تو ایک سو برس رہا ہے - تو اپنی غذا اور شراب کی طرف دیکھ کہ ابھی تک باسی نہیں ہوئی

اور گدھے کی طرف نظر کر اور ہم تجکو لوگوں کے لیے آیت بنائیں گے" اب اس بیان میں ایک نبی کو ایۃ للناس بنایا گیا ہو جس کا نام بھی یہاں قرآن نے ذکر نہیں کیا۔ اور ایۃ للناس وہی جملہ بلا کم و کاست ہے جو مسیح کے بارہ میں ہو اور جسکو دیکھکر ڈاکٹر صاحب مسیح کی خدائی کے ثبوت ہاتھ آجانیکی خوشی میں بغلیں بجاتے ہیں۔ بلکہ خدا نے تو حیوانوں کو بھی اپنی آیت کہا ہو چنانچہ ایک اونٹنی کو آیت کہا ہو۔ اب ناظرین خود سوچ اور سمجھ سکتے ہیں کہ کیا یہ جملہ جو ڈاکٹر صاحب نے مسیح کی خدائی کے ثبوت میں پیش کیا ہو کسی طرح بھی اس کی خدائی پر کوئی دلیل کہلا سکتا ہو؟ کوئی معقول دماغ ایک لمحہ کیلیے بھی ڈاکٹر صاحب کی دلیلوں کو مان نہیں سکتا۔ جیسا کہ ایۃ للناس سے مسیح کی خدائی ثابت نہیں ہوتی اسی طرح رحمۃ منا سے بھی اسکی خدائی کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ ہم اسکو مختصر کرتے ہیں اور صرف ایک ہی مثال اس لفظ کے استعمال کی پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور وہ سورۃ انبیار کی آیت ۲۱ ہو جو آنحضرت صلعم کے بارہ میں ہے یعنی رحمۃ للعلمین۔ جسکا کچھ ذکر ہم نے اوپر بھی کر دیا ہو۔ اگرچہ اس لفظ کی اور بھی بہت ساری مثالیں قرآن شریف سے پیش کیجا سکتی ہیں۔ لیکن یہاں ہم زیادہ گنجایش نہیں دیکھتے۔

مسیح اپنی موت اور بعثت میں دوسری مخلوق پر خصوصیت نہیں رکھتے۔

۸۔ مسیح کی موت اور اس کا جی اٹھنا۔ ڈاکٹر صاحب مذکور نے سورۃ مریم کی آیت ۳۴ (والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا ترجمہ۔ اور مجھ پر اس دن سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا تھا۔ اور جس دن میں مرونگا اور جس دن میں زندہ اٹھونگا) پیش کر کے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہو کہ مسیح کا صلیب پر مرنا اور اس کا قبر میں سے زندہ جی اٹھنا قرآن شریف نے بھی عیسائی اعتقاد کے موافق مانا ہو۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ یہ ایسی بات ہے جس میں مسیح کو کوئی خصوصیت نہیں دیگئی۔ اسی قسم کی آیات۔ اکثر لوگوں کے حق میں قرآن شریف میں آئی ہوئی ہیں۔ چنانچہ سورۃ طہٰ ۵۵/۲۰ و ۶۶/۲۲ و ۴۰/۳۰ وغیرہ کا ملاحظہ کرنیسے معلوم ہوتا ہو کہ تمام نوع انسان کیلیے یہی طریق مقرر ہو کہ پیدا ہوتا ہو۔ پھر مرتا ہو اور پھر زندہ کیا جاتا ہو سورہ ۲۳/۱۶ کے پڑھنے سے عیاں ہوتا ہو کہ سب لوگ پہلے پیدا ہوتے ہیں پھر موت دیئے جاتے ہیں اور پھر

زندہ کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جس طرح آیت محولہ بالا کی تشریح میں لکھا ہے کہ وہ تیسرے دن جی اُٹھا۔ اسطرح ہر ایک آدمی دوسرے لوگوں کی نسبت بھی اپنے پاس سے تیسرا دن یا چوتھا ہے لکھ سکتا ہے۔ آیت محولہ میں تو صرف اسیقدر ذکر ہے جو تمام نوع انسان کیلیے ہے یعنی پیدا ہونا مرنا اور دوبارہ اُٹھائے جانا۔ علاوہ ازیں جہاں جہاں مسیح کی پیدائش وغیرہ کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے وہاں ساتھ ہی اس کے بلکہ اس سے پہلے حضرت یحییٰ کی پیدائش کا ذکر آیا ہے اور جس جس رنگ میں اس ایک شان کو بیان کیا گیا ہے وہی رنگ دوسرے کا ظاہر کیا گیا ہے۔ دونوں کے متعلق جتنے الفاظ ہیں وہ قریباً قریباً برابر اور یکساں ہیں۔ چنانچہ جو الفاظ مسیح کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب نے اسکی خدائی کی دلیل ٹھہرانیکے لیے پیش کیے ہیں وہی الفاظ یحییٰ کے متعلق بھی اسی سورۃ مریم کی آیت ۱۵ میں ہیں۔ اس میں لکھا ہے وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ تو پھر اگر وہ آیت مسیح کی صلیبی موت اور اس کے تین دن کے بعد قبر میں سے جی اُٹھنے کا ثبوت ہے تو یہ آیت بھی حضرت یحییٰ کی صلیبی موت اور انکے قبر میں سے تین دن بعد جی اُٹھنے کا ثبوت ٹھہرانا چاہیئے۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ انہی الفاظ کے یسوع کے حق میں اور معنے بیان کیے جائیں اور یحییٰ کے حق میں اور۔ انہی سے یسوع کو خدا بنایا جائے اور یحییٰ کو انسان۔ یہ سلسلہ تو ہر ایک انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے کہ وہ پہلے پیدا ہوتا ہے۔ پھر مرتا ہے اور پھر زندہ کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی خاصہ مسیحی نہیں۔ اس میں ہر ایک بشر اسکے ساتھ شریک اور ہم رتبہ ہے۔

مسیح صلیب پر نہیں مرا

یہانتک ہی انہوں نے بس نہیں کی بلکہ اس اپنے دعوے کی تائید میں سورہ آل عمران کی آیت ۴۸ بھی پیش کی ہے اور وہ یہ ہے۔ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ۔ اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی سراسر بے سمجھی ہے قرآن شریف تو مسیح کے صلیب پر مرنیکا انکار کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء کی آیت ۱۵۶ میں اس کا ذکر بھی کیا ہے کہ وما صلبوہ یعنی مسیح کو یہودیوں نے صلیب پر نہیں مارا۔ یہ دونوں آیات ملا کر پڑھنے سے صاف روشن ہوتا ہے کہ مسیح

صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ وہ طبعی موت سے اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما ہو گیا۔ دوسرا امر رفع ہے۔ رفع کے معنے انہوں نے آسمان پر اُٹھائے جانیکے کیے ہیں۔ لیکن یہ انکی غلطی ہے دراصل رفع کے معنے قرآنی اصطلاح میں مراتب اور مدارج کا بلند کرنا ہے۔ ہم اسکے معنوں کی بحث میں نہیں پڑتے۔ اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کے کیا معنے ہیں۔ اس کے کوئی بھی معنے لیے جائیں لیکن یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ مسیح بجسدہ العنصری زندہ یا مردہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ کیونکہ قرآن شریف نے یہ قانون بلا استثنا پیش کیا ہے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ اسی زمین پر رہیگا اور یہیں مریگا۔ (دیکھو $\frac{\text{۲۰}}{\text{۲۴}}$ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری)۔ اس کے ماسوا رفع کا لفظ صرف مسیح کے لیے ہی نہیں آیا۔ بلکہ یہ لفظ اوروں کے لیے بھی آیا ہے۔ چنانچہ $\frac{\text{۱۹}}{\text{۵۸}}$ میں ورفعناہ مکانا علیا۔ $\frac{\text{۹}}{\text{۱۷۵}}$ میں ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ اور $\frac{\text{۲۲}}{\text{۳۵}}$ میں والعمل الصالح یرفعہ قرآن شریف میں درج ہیں۔ ان تمام آیات میں لفظ رفع موجود ہے اور اسکے سارے مفعول مسیح کے ساتھ رفع کے پہلو سے ہم پلہ ہیں۔ پس رفع کے یہ معنے جو ڈاکٹر صاحب نے لیے ہیں غلط ہیں اور نہ ہی یہ خاصہ مسیح میں ثابت ہے اسکے معنے رفع روحانی ہے رفع جسمانی نہیں۔ (باقی آیندہ)

حوالہ قرآن کریم

برنباس کی انجیل

ایک مدت تک بعض بیخبر عیسائی مناظرین برنباس کی انجیل کے وجود سے ہی انکار کرتے رہے مگر آخر اس کتاب کا انگریزی ترجمہ شایع ہو گیا جو کہ اطالین زبان کے نسخہ سے کیا گیا ہے یہ ایک ضخیم کتاب ہے جو ہمارے پاس پہنچ گئی ہے لیکن اس وقت ہم خود اس کے متعلق کوئی مفصل مضمون لکھنا نہیں چاہتے اور نہ ہی اس رسالہ میں اسقدر گنجایش ہے بلکہ ایک عیسائی سہ ماہی پرچہ دی ایسٹ اینڈ دی ویسٹ کی گذشتہ اشاعت میں جو ایک مضمون اسی مضمون پر پادری ہیگ نے شایع کیا ہے اسپر مختصر سی بحث کرینگے

اس مضمون کا عنوان پادری صاحب نے "برنباس کی محمدی انجیل" رکھا ہے اور محمدی کہنے کی یہ وجہ ظاہر کی ہے کہ دوسری فرضی اناجیل کے خلاف جو عیسائی صاحبان کی تصانیف ہیں یہ ایک فرضی انجیل ہے جو کسی ایسے مسلمان کی تصنیف ہے جو عیسائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور اپنے نئے عقیدہ کی حمایت میں ایک فرضی انجیل لکھ دی۔ اس کو کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینے کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کی پیشگوئیاں صراحت کے ساتھ پائی جاتی ہیں اور یہ بات عیسائی صاحبان کو پسند نہیں کیونکہ اس سے اسلام کی صداقت کا ایک اور ثبوت ملتا ہے اگرچہ انکے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ کہ جس طرح اور ہزارہا ثبوتوں کو رد کیا ہے اسی طرح اس انجیل کو بھی پرانی سمجھ کر جو ثبوت اس سے ملتا تھا اسے رد کر دیتے۔ کیونکہ انجیل کو کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینے کے لیے یہ کافی وجہ نہیں کہ اس میں پیغمبر اسلام کے ظہور کی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ ہم پادری صاحبان کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ اسلام اپنے ثبوت کیلئے برنباس کی انجیل یا کسی دوسری انجیل کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہزارہا چمکتے ہوئے ثبوت اور روشن نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور جس صورت میں عیسائی صاحبان ان سب ثبوتوں سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں تو یہ امید رکھنی عبث ہے کہ وہ برنباس کی انجیل یا کسی دوسری انجیل یا کسی اور کتاب کی پیشگوئی کی بنا پر صداقت کو قبول کرنے کیلیے تیار ہو جاوینگے لیکن خود پادری صاحبان کیلیے یہ طریق درست نہیں ہے کہ جس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشگوئی ملے اسے فرضی قرار دیدیں۔ یوحنا کی انجیل میں کسقدر وضاحت کے ساتھ آنحضرتؐ کے ظہور کی پیشگوئیاں موجود ہیں پھر اسکو بھی فرضی قرار دینا چاہیئے۔ اور ایسا ہی دوسری کتابیں جن کا مجموعہ بائبل کہلاتا ہے بہت سی ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں جن کی تفصیل کیلیے اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔

صرف ایک یوحنا کی انجیل کو لے لو۔ کسقدر صفائی کے ساتھ اس میں حضرت عیسیٰ کے بعد ایک اور شارع کے آنیکی پیشگوئی کی گئی ہے جیسا کہ یوحنا ۱۶؍۱۲-۱۳ میں مذکور ہے کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح حق آوے تو وہ

تمھیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی کیونکہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی اور تمھیں آیندہ کی خبریں دیگی"۔ اب دیکھو کسقدر صفائی سے یہ پیشگوئی ایک اور نبی کے آنیکو بتا رہی ہے جو اس بات کا مصداق ہو کہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ یعنی اپنی کوئی بات نہ کہے بلکہ جو بات خدا کی طرف سے وحی ہو وہی کہے بالفاظ دیگر جو کچھ سُنے وہی کہے۔ کیا عیسائی صاحبان اس پیشگوئی کا مصداق سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو ٹھہرا سکتے ہیں؟ مگر کیا باوجود اس پیشگوئی کی موجودگی اور ایک مدعی کے جس نے وہی باتیں کہیں جو پیشگوئی میں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسائی صاحبان نے سچا نبی مان لیا؟ ایسا ہی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنیکی پیشگوئی جس کا پورا ہونا سوائے فتح مکہ کے اور کہیں نہیں دکھایا جاسکتا۔ یا فاران کی چوٹیوں سے خداوند کے جلال کا ظاہر ہونا جو وہ بھی نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کیلئے سوا اور کسی طرح پوری ہوئی ہوئی پیشگوئی نہیں کہلا سکتی۔ یہ سب واضح اور صریح پیشگوئیاں بائبل میں موجود ہیں پس جب عیسائیوں کی قبول کردہ مجموعہ کتب الہامی میں ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پوری ہوئیں تو کسی مسلمان کو وضعی پیشگوئیاں بنانیکی کیا ضرورت تھی۔

مگر اس موقع پر ہم برنباس کی اس انجیل کی جو شایع کی گئی ہے اصلیت یا غیر اصلیت پر بحث نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس کی تحقیق کسی اور موقع کیلیے چھوڑتے ہیں تعجب ہے کہ خود پادری رنگ صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ایک انجیل برنباس حواری کی تھی اور چھٹی صدی عیسوی تک اس کا نام فہرستوں میں بھی پایا جاتا ہے مگر بعد میں وہ گم ہوگئی اور یہ بھی مانا ہے کہ ممکن ہے کہ اس موجودہ انجیل برنباس میں وہ پہلی انجیل برنباس کل کی کل موجود ہو یا اس کا کوئی حصہ یا خلاصہ مضمون موجود ہو چنانچہ اس مضمون میں پادری صاحب نے لکھا ہے کہ "اس میں شک نہیں کہ گاسپل آف برنباس (انجیل برنباس جو اب شایع ہوئی ہے) اسقدر بعد کے زمانہ کی معلوم ہوتی ہے اور اسکی طرز اسقدر نئے زمانہ سے ملتی جلتی ہے کہ ایک محقق کیلیے ابتدائی زمانہ کی غیر اصلی اناجیل والی دلچسپی اسمیں کوئی نہیں۔

لیکن یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس کے اوراق میں وہ مشہور قدیم زمانہ کی انجیل برنباس کل کی کل یا اس کا جزو یا خلاصہ مضمون موجود ہو جس کا نام چھٹی صدی کی ایک متعصبانہ فہرست میں اس حیثیت سے پایا جاتا ہے کہ اس کو قبول نہ کرنا چاہیئے۔"

پادری صاحب کے مضمون کا خلاصہ انکے مندرجہ ذیل فقرہ سے معلوم ہو سکتا ہے چونکہ اس انجیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کو بہ نسبت قرآن کے بائبل کی واقفیت بہت زیادہ ہے اس لیے غالباً یہ کسی ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے عیسائی مذہب کو ترک کر دیا تھا۔ اور جہانتک قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے اس تصنیف میں اس نے یہ کوشش کی ہے کہ اپنے آپ کو نہیں تو اپنے نئے ہم مذہبوں کو یہ یقین دلا سکے کہ اسکی تبدیلی مذہب راستی پر مبنی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی کسی قدر غرض یہ ہو کہ مسلمانوں کو اس مذہب کی زیادہ واقفیت دلائی جاوے جس میں خود اس کتاب کے مصنف نے پرورش پائی تھی۔ اور قرآن میں جو تاکید عیسیٰ بن مریم کے ادب اور عزت کے لیے پائی جاتی ہے یہانتک کہ اسکو بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سب نبیوں سے افضل مانا گیا ہے اس ادب اور عزت کو مسلمانوں کے دلوں میں اور بھی بڑھایا جاوے۔ اس کتاب کی بنیاد اس اصلی قصہ کا بیان کرنا ہے جو چار قبول کردہ اناجیل میں یسوع مسیح کے مشن کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ محمدی انجیل نہ صرف ان تمام بڑے بڑے معجزات کو ہی بیان کرتی ہے جو مذکورہ چار اناجیل میں بیان کیے گئے ہیں بلکہ اپنے پاس سے دو اور معجزے بھی اسکے لیے تجویز کرتی ہے۔ یعنی معجزانہ طور پر فصل کا بمقام نائین بڑھا دینا اور یشوع والے معجزہ کا (جو سورج کو ٹھہرانے کے متعلق ہے) دوبارہ کر دکھانا۔ ×××× ساری کتاب میں یسوع کا چال چلن ایسا بیان کیا گیا ہے جو نہایت درجہ کے ادب و عزت اور تعریف کے قابل ہے۔ اور اسکے مشن اور اسکی وحی کو منجانب اللہ مانا گیا ہے اس کی پیدائش کو معجزانہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اسکے ہر قدم میں فرشتوں کی تائید اور نصرت بتائی گئی ہے۔ اور اس کے اس زمین سے الگ ہونیکے وقت خارق عادت واقعات کا ہونا قبول کیا گیا ہے۔ مگر وہ بار بار الوہیت بلکہ مسیحیت کے دعویٰ کا بھی انکار کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں

کیلیے کسی قسم کی پرستش کی اجازت نہیں دیتا۔ اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آیندہ ظہور کی پیشگوئیاں اس کے منہ میں ڈالی گئی ہیں اور انہی کو سچا مسیح اور خدا کا رسول قرار دیا گیا ہے۔"

پادری رِیگ اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ انجیل برنباس میں ایسے ایسے فقرات پائے جاتے ہیں جو اپنے اندر اعلیٰ درجہ کی شوکت اور بلند خیالی رکھتے ہیں اور جن کو سُنکر ہر ایک نیک آدمی خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ ایسے دو فقرے پادری صاحب نے نقل بھی کیے ہیں جن میں سے ایک فقرہ کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

"خدا اس بندہ سے جو صدق دل سے اس کی فرمانبرداری کرے یوں فرماتا ہے کہ میں تیرے اعمال کو جانتا ہوں اور اس بات کو بھی جانتا ہوں کہ تُو میرے لیے نیک عمل کرتا ہے۔ چونکہ میں ابدالآباد تک ہوں تیری محبت میرے فضل سے سبقت نہ لیجائیگی۔ چونکہ تُو مجھے خدا اپنا خالق سمجھ کر اور اپنے آپ کو میرے ہاتھ سے بنا ہوا سمجھکر میری عبادت کرتا ہے اور مجھ سے سوائے اس کے کچھ طلب نہیں کرتا کہ میرا فضل اور رحم تجھے صدق دل سے میری فرمانبرداری کی توفیق دے اور چونکہ تُو اپنی طرف سے میری فرمانبرداری کیلیے کوئی حد نہیں ٹھہراتا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلیے میری فرمانبرداری کرنیکی خواہش رکھتا ہے ایسا ہی میں بھی کرونگا کیونکہ میں تجھے ایسا اسکا اجر دونگا گویا کہ تُو میرے برابر ہے کیونکہ میں نہ صرف تجھے بہشت کی تمام نعمائیں دونگا بلکہ میں اپنا آپ بھی تجھکو دونگا تاکہ جسطرح تو ہمیشہ کیلیے میری فرمانبرداری کرنیسے خوش تھا ویسا ہی تیرا اجر بھی میں ابدی کرونگا۔"

یہ پادری رِیگ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ہے۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کتاب پر ایک مبسوط مضمون لکھیں گے۔ اور ناظرین کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہ کریں گے۔

مختصر نوٹ اور ریویو

رضا بالقضا رسالہ تجلی اکتوبر و نومبر کے نمبر میں الف میم نے چراغدین کی یادگار میں

ایک مضمون بعنوان "مرزا غلام احمد کے فرزند کی وفات" لکھا ہے جس کی تمہید یوں شروع کی ہے کہ "جب کوئی خدا کا بندہ اپنی آرزو کو الٰہی مشیت کے موافق کرنا سیکھ لیتا ہے بلکہ اپنے لیے کسی آرزو کا رکھنا بھی گناہ سمجھتا ہے جو الٰہی مرضی کے تابع نہ ہو تو اس کو ہر حالت میں خوشی ہوتی ہے"۔ یہ بالکل سچ ہے اور اس سے بھی سچی بات یہ ہے کہ یہ تعلیم اسلام کی ہے بلکہ اسلام کے لفظ کا مفہوم ہی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کامل طور پر اپنے مولیٰ کی مرضی کے تابع کر دے۔ ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالےٰ اپنی پاک کلام میں فرماتا ہے۔ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یہی سچے مسلمان ہیں۔ اور انکی نسبت فرمایا کہ انکے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ کسی طرح کا غم کرتے ہیں۔ اور اسلام اس تعلیم کو اپنے ہر ایک پیرو کے رگ و ریشہ میں داخل کرنا چاہتا ہے کیونکہ پانچ وقت کی نماز میں جس سورۃ کا ہر رکعت میں پڑھنا لازمی قرار دیا ہے وہ شروع ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ الحمد للہ رب العلمین یعنی انسان خواہ کسی حالت میں ہو۔ خواہ اسکو کیسا ہی غم پہنچا ہو۔ خواہ اس کا کیسا ہی مالی نقصان ہوا ہو۔ خواہ اس کا کیسا ہی عزیز سے عزیز اس سے جدا ہو گیا ہو۔ اس کو ہر حال میں حمد الٰہی ہی کرنی چاہیئے پس جو شخص اس سچی تعلیم کے مطابق ہر حال میں حمد الٰہی کرتا ہے وہ خدا کا شکوہ کب کر سکتا ہے اور کب کہہ سکتا ہے کہ اے خدا تو نے ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہ کیا۔ اس تعلیم کا کامل نمونہ اس زمانہ میں ہم نے حضرت مسیح موعودؑ میں دیکھا ہے۔ اور اسی مضمون کو متعلق جو تجلّی میں آپکے صاحبزادہ کی وفات کے متعلق لکھا ہے ہم اپنی عینی شہادت دیتے ہیں کہ آپنے صبر کا کامل نمونہ دکھلایا یہانتک کہ اپنے پیارے بچہ کی وفات پر جس کی تیمارداری میں آپ پے در پے کئی راتوں تک جاگتے رہے سوائے ان الفاظ کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون آپکے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا اور ایک لحہ کیلیے بھی کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی بلکہ اسی دن عین جنازہ پر جماعت کو تسلی دیتے اور رضا بالقضا کی تاکید فرماتے رہے۔ اگر مضمون نویس کو طلب حق ہے تو اس کے لیے یہی نمونہ کافی ہے کہ کم از کم آیندہ کیلیے اس دل آزار اور گندہ طریق کو چھوڑ دے جو

اس نے سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی کا ذکر کرنا نہیں اختیار کر رکھا ہے۔

قبولیت دعا کا راز اسی مضمون میں یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایک طرف تو اس امر کے مدعی ہیں کہ خدائے تعالیٰ میری دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنے ایک پیارے بچہ کو دعا کر کے زندہ نہیں رکھ سکتے۔ یہ اعتراض نہایت درجہ کی نافہمی اور روحانیت سے بے بہرہ ہونیکو ظاہر کرتا ہے۔ یہ پرلے درجہ کی گستاخی ہے جو بندہ ہو کر کوئی یہ کہے کہ جو کچھ میں کہوں وہی خدا کرتا ہے خواہ ایسے کلمات کو مسیح کی طرف منسوب کیا جاوے یا کسی اور کی طرف۔ قبولیت دعا کی بارہ میں یہ بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم تم دعا کرو میں قبول کرونگا۔ مگر وہی خدا یہ بھی فرماتا ہے کہ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون۔ یعنی ضرور ضرور ہم تمکو آزمائیں گے کسیقدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے گھاٹے سے پس خوشخبری دے صبر کرنیوالوں کو وہ جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے ہی ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ ان لوگوں پر اپنے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی وہ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اس کلام میں دوہری تاکید سے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ایسا ضرور ہوگا کہ خدا کے برگزیدوں پر بھی طرح طرح کی مصائب آئیں گی۔ اور انہی لوگوں کو صبر دکھانے پر سچے ہدایت یافتہ کہا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ دعا تو انسان کرتا ہے اور مصیبت کے وقت بھی کریگا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض اوقات ہم اپنی مشیت سے ضرور مصائب مومنین پر وارد کریں گے۔ اور یہ امور انکی ترقی کیلیے ہونگے اور اپنے رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہونگے۔ اسلام نے جو اصول دعا کی بارہ میں سکھلایا ہے وہ تو یہی ہے کہ بعض اوقات خدائے تعالیٰ اپنے بندے کی دعا سنکر اپنی تقدیر کو ٹال دیتا ہے اور بعض وقت اپنی بات اپنے بندے

سے منواتا ہے۔ اور یہی سچی محبت کا اقتضا ہے۔ جیسا دو دوست ہوں تو بعض وقت ایک کی بات دوسرا مان لیتا ہے اور بعض وقت دوسرا پہلے کی بات مان لیتا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مستجاب الدعوات ہونیکا ہے تو انہی معنوں کی رو سے جن کی رو سے قرآن شریف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو مستجاب الدعوات ٹھہراتا ہے۔ قرآن شریف میں ایسی تعلیم ہرگز نہیں اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک دعا میں اللہ تعالیٰ ضرور ضرور بندہ کی آرزو کے مطابق ہی کریگا۔ اگر انجیل میں یہ تعلیم ہو تو ہو۔ اور یہ جو ڈوئی کے ساتھ الف میم نے مقابلہ کیا ہے کہ جسطرح ڈوئی کی لڑکی کے جلکر مر جانے پر اور ڈوئی کی دعا سے شفایاب نہ ہونے پر حضرت مرزا صاحب نے اسے ملزم کیا تھا اسی طرح اب وہ خود ملزم ہوتے ہیں یہ مقابلہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ جسطرح الف میم آج مسیح کیلیے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کون بیمار اسکے پاس آیا جو شفایاب ہو کر نہ گیا۔ اور کس مُردے کو اس نے قُم کہا جو زندہ نہ ہو گیا اسی طرح ڈوئی کا دعویٰ قرآن کی تعلیم کے خلاف یہ تھا کہ ہر ایک بیمار میری دعا سے شفایاب ہو جاتا ہے پس اسپر تو اعتراض ہو سکتا تھا کہ جب تمھاری اپنی لڑکی تمھاری دعا سے شفایاب نہ ہوئی تو اور کوئی کیا ہو گا۔ لیکن جو شخص قرآنی تعلیم کے مطابق مستجاب الدعوات ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اسپر ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا کہ تیرا اپنا لڑکا کیوں دعا سے زندہ نہ رہا۔ ہاں اگر خدا کی اس مشیت پر وہ راضی نہ ہوتے اور قرآنی تعلیم کے خلاف بے صبری سے کام لیتے تو البتہ محل اعتراض تھا۔

مسیح کے حق میں اطرا } اسی مضمون میں مسیح کے حق میں ایسے بیجا مبالغہ سے کام لیا ہے جو ایک خدائے واحد کے پرستار کے نزدیک بڑے سے بڑا کفر ہے۔ یہ چند سطریں راقم مضمون کی جہالت کا کافی ثبوت ہیں۔ ''ذرا سوچو تو کیا مسیح کبھی بیمار ہوئے تھے؟ کیا کبھی کوئی مریض اپنا یا پرایا انکے قدموں پر سے بے شفا لوٹا تھا؟ کس بیمار کے بستر پر وہ بلائے گئے اور اس کو شفائے کلی حاصل نہیں ہوئی؟ کب انہوں نے قُم کہا کہ تن بیجان اُٹھ نہ کھڑا ہوا؟ کون مردہ انکے پاس لایا گیا جو جلایا نہیں گیا؟ کیا کبھی انکے لوگوں میں کوئی بیمار کا بیمار رہا؟ کیا انکے دوستوں میں سے

کسی کو انکی موجودہوتے ہوئے قبر نگل گئی"؟ ایک طرف تو ایمانی ہو تو ایسی اور اس کے مقابل تو ہم پرستی تو ایسی۔ بھلا اگر مسیح کے عزیزوں میں انکے جیتے جی کوئی نہیں مرا تو ہم انسے صبر کا نمونہ خاک سیکھیں گے۔ ہمیں تو فخر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے عزیز صحابہؓ بھی آپکی آنکھوں کے سامنے فوت ہوئے اور شہید ہوئے اور آپکے عزیز بچے بھی فوت ہوئے اور آپنے اپنی اُمت کو صبر کا نمونہ دکھایا۔ پر تمہارے اعتقاد کے مطابق ایسی مصائب کے اوقات میں جو اس زندگی میں ہر انسان پر آنی ضروری ہیں مسیح نے کیا نمونہ دکھایا۔ اس قسم کے لغو اور بیہودہ دعووں کا انجام تو وہی ہوتا ہے جو ڈوئی کا ہوا پر حضرت مسیحؑ نے ایسا دعوی کبھی نہیں کیا تم جھوٹ انکی طرف منسوب کرتے ہو۔ بیماروں کے شفا دینے اور مردوں کے زندہ کرنے پر ہم پہلے بھی بہت دفعہ لکھ چکے ہیں اور اگلے رسالہ میں بھی ڈاکٹر چیتو پادھیا کے جواب میں اس کا کچھ تذکرہ آئیگا۔ مگر کیا انجیل خود ایسی مثالوں سے خالی ہے جن میں مسیح کو کسی طرح پر ناکامی ہوئی ہو۔ ایک شخص انجیر کے درخت کی طرف بھاگتا ہے اور اس پر پھل نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اس کو پھلدار بنا سکتا ہے کیا وہ شخص جس کو ایک سرسبز درخت پر اتنی قدرت حاصل نہیں کہ اس میں پھل پیدا کر دے گلی اور سڑی ہوئی ہڈیوں میں جان ڈال سکتا ہے؟ ایک شخص کے چیدہ حواریوں میں سے بعض کھلے طور پر مرتد ہوکر دشمن کے ساتھ ملجاتے ہیں اور بعض مصیبت کے وقت لعنت بھیجنے اور بھاگنے کیلیے تیار ہو جاتے ہیں تو جس شخص کے روحانی بیماریوں سے شفا دینے کا یہ حال ہے کیا اس کے متعلق جسمانی بیماریوں کے شفا دینے کا ایسا دعوی صحیح ہے؟ ۔ اگر ایسے کھلے کھلے معجزے مُردوں کو زندہ کرنیکے مسیح دکھاتے تھے تو کیوں الیاس کو زندہ کر کے یہود کے اعتراض کا جواب نہ دیدیا؟ کیوں خود مرنیکے بعد یہود یونکو نہ دکھایا کہ دیکھو میں زندہ ہوکر اب آسمان کی طرف جاتا ہوں؟۔ ایسے بیہودہ عقیدے تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں تو رائج تھے ہی مگر افسوس ہے کہ پادری صاحبان اب بھی اسی رام کہانی کو دوہراتے ہیں جس کو انکے اپنے خواندہ لوگ ایک جھوٹا قصہ سمجھتے ہیں۔

اشاعت اسلام کا سوال اشاعت اسلام کا سوال بہت قابل توجہ ہے ہم نے یہ کام رسالہ انگریزی کے ذریعہ سے شروع کیا تھا اور بعض چھوٹی چھوٹی کتابوں کی اشاعت کا بھی خیال تھا مگر احمدی جماعت کی توجہ اس کی طرف ویسی نہیں رہی۔ اشاعت اسلام کیلیے جو رقم ۱۹۰۶ء میں وصول ہوئی تھی۔ سال گذشتہ میں اس سے کم رقم وصول ہوئی ہے میں تو یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ہمارے احباب اس کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ خود حضرت امامؑ نے بڑے پُر زور الفاظ میں اس کی تحریک فرمائی تھی۔ اور اس کو سلسلہ کا ایک اہم مقصد بیان فرمایا تھا چنانچہ اسی بنا پر جو قواعد احمدیہ انجمنوں کیلیے تجویز ہوئے تھے ان میں حضرت امامؑ کی اجازت اور آپ کے حکم سے اشاعت اسلام کے چندہ کو لنگر اور مدرسہ کے چندہ کی طرح ضروری قرار دیا گیا تھا۔ مگر اس کی طرف بھی اکثر احمدی احباب اور احمدی انجمنوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ اُردو میگزین کی اشاعت میں جو مقصد مدنظر تھا وہ بھی صرف اشاعت رسالہ انگریزی کو ہی مدد پہنچانا تھا۔ مگر اسکی خریداری میں بھی سال حال میں بہت سی کمی ہوگئی ہے۔ میگزین اُردو کی خریداری اور انگریزی کی اعانت دونوں کا کم ہوجانا بہرحال جملہ احمدی احباب اور احمدی انجمنوں کیلیے قابل توجہ امر ہے۔ کیونکہ اسکا اثر بلاد غیر میں جو اشاعت بذریعہ زبان انگریزی کیجاتی ہے اسپر پڑتا ہے۔ خصوصاً مَیں ان احباب کو بغیر نام لینے کے ہی توجہ دلاتا ہوں جنہوں نے ۱۹۰۶ء کے ابتدا میں ہمیں بڑی بڑی امیدیں دلائی تھیں۔ اگر اس وقت ابتدائی سال میں بڑی بڑی انجمنوں اور ذی مقدرت احباب کی طرف سے زور کی تحریکات اور توجہ کا اطمینان ہو تو ہم ابھی سے اس کارروائی کو وسیع پیمانہ پر شروع کر سکتے ہیں ورنہ سال گذشتہ کی کمی کو مدنظر رکھکر کام کرنا پڑیگا۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ اس تحریک پر کسی عملی کارروائی کی اطلاع ان احباب۔ اور انجمنوں کی طرف سے جلدی مجھے ملیگی۔ جو اشاعت اسلام کے سوال میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اپنی اپنی جگہ انجمنیں اردو میگزین کی خریداری کی توسیع کے سوال پر بھی غور کریں گی۔ اسی اثنا میں مَیں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ انگریزی مطبع کیلیے جو سال گذشتہ میں تحریک کی گئی تھی اس تجویز کو بھی ابھی ملتوی کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ

جس قدر رقم بکار تھی اس کی چوتھائی کے قریب بمشکل جمع ہوئی ہے اور جس صورت میں اعانت کی رقم میں کمی واقع ہو رہی ہے تو مطبع کے خیال کو بالفعل چھوڑ کر اور اس کے لیے کسی آئندہ وقت کے منتظر رہ کر اس امر کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے جو بہر حال مقدم ہے۔

مجموعہ فتاویٰ احمدیہ } متفرق اوقات پر جن جن مسائل کا استفسار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت مولوی نور الدین صاحب سے کیا گیا ہے اور جن استفساروں کے جواب اب تک متفرق طور پر کتابوں یا اخباروں میں ہی درج تھے ان سب کو مولوی محمد فضل خاں احمدی ساکن چنگا تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی نے مجموعہ فتاویٰ احمدیہ کے نام سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے تین حصے ہیں۔ حصہ اول ۱۸۴ صفحے قیمت عہ، حصہ دوئم ۹۰ صفحے قیمت ۸ر حصہ سوئم ۲۸ صفحے قیمت ۲ر محصولڈاک علاوہ۔ کتاب مصنف سے مل سکتی ہے۔

ردّ چکڑالوی } اس کے مصنف منشی محمد ظہیر الدین ساکن اروپ ضلع گوجرانوالہ ہیں جو آجکل سب ایڈیٹر الحکم ہیں۔ کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود مصنف کی موجودگی کے سہو کاتب کا ہی غلبہ رہا خصوصاً قرآن شریف کی آیات میں بہت غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ کتاب انوار احمدیہ مشین پریس میں چھپی ہے۔ اور چھپائی صاف ہے

مبادی الصرف والنحو } از تصنیف حضرت مولوی نور الدین صاحب۔ محمد عبد الحی صاحب عرب سے ۲ر کو ملتی ہے۔

شری نہ کلنک درشن } تصنیف شیخ عبد الصمد صاحب احمدی (باد اشامنہج) سنور۔ ریاست پٹیالہ۔ جس میں بحوالہ کلکی پوران۔ یہ بحث کی گئی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور اس زمانہ میں کرشن کا ظہور ہے ۱۷۲ صفحے قیمت صرف ۸ر۔

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۔ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ وقت صبح ساڑھے پانچ بجے۔ (۱) انت منی بمنزلة النجم الثاقب۔

(۲) انھم ما صنعوا ھو کید ساحرٍ ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ (۳) انت منی بمنزلۃ روحی۔ (۴) انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب۔ (۵) جاء الحق و زھق الباطل۔

(۱) انی معک و مع اھلک۔ احمل او زارک۔ (۲) میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔ (۳) انی معک یا مسرور۔ (۴) وقع واقعٌ وھلک ھالکٌ۔ (۵) وضعنا الناس تحت اقدامک۔ (۶) وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک و رفعنا لک ذکرک۔ (۷) اجیبت دعوتک (۸) سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق و فی انفسھم۔ (۹) اجیبت دعوتکما۔ ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ (۱۰) انی معک یا ابراھیم۔ (۱۱) انی انا ربک الاعلیٰ۔ (۱۲) اخترت لک ما اخترت۔ (۱۳) بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید۔ (۱۴) ستائیس کو ایک واقعہ۔ (ہمارے متعلق) اللہ خیر و ابقیٰ۔ (۱۵) خوشیاں منائیں گے۔ (۱۶) بعد سنۃٍ واحدۃٍ۔ (۱۷) صلوٰتک خیر و ابقیٰ۔ ان صلوٰتک سکن لھم۔ (۱۸) دخلتم الجنۃ وما علمتم ما الجنۃ ذٰلک الیوم الاٰخر۔ ۲۰۔ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ (۱) آج ہماری بخت بیداری۔ (۲) ان شانئک ھو الابتر۔ (۳) خدا نے اسے لیا (۴) واللہ واللہ! سدّھا ہو یا آؤ لا (یہ پنجابی فقرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کج طبع آدمی درست ہو گیا ہے) (۵) وقت رسید۔

ایّام جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ وحی نازل ہوئی۔

یا ایھا النبی اطعموا الجائع و المعتر۔ (یعنے اے نبی بھوکوں اور سوالیوں کو کھانا کھلاؤ۔)

ہیں ہیں۔ ان اخراجات کو پورا کرنیکے لیے حضرت اقدسؑ نے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ سب احباب مدرسہ کیلیے حسب استطاعت چندہ دیں نیز جن احباب کے بچے تعلیم کے قابل ہیں وہ انکو تعلیم کے لیے اسجگہ بھیجیں۔

(۳) مساکین اور یتامیٰ کی مدد۔ اسکے لیے تین الگ الگ فنڈ ہیں۔ ایک مساکین کیلیے ایک یتامیٰ کیلیے۔ اور تیسری مد زکوٰۃ کی ہے قربانی کی کھالوں کا روپیہ مسکین فنڈ میں جمع ہوتا ہے اور مساکین اور یتامیٰ کیلیے ذی مقدرت احباب مستقل طور پر بھی مدد کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ بھی احباب کو چاہیئے کہ حتی الوسع یہاں بھیجا کریں۔

(۴) مقبرہ بہشتی کا انتظام۔ جس کیلیے رسالہ الوصیت کو دیکھنا چاہیئے۔

ضروری ہدایات

تمام احباب جو مذکورہ بالا کاموں کے لیے خط وکتابت کرنا چاہیں وہ ان ہدایات کو مد نظر رکھیں۔

(۱) ہر ایک قسم کا روپیہ جو مذکورہ بالا اغراض کے لیے بھیجا جاوے وہ صرف بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان آنا چاہیئے۔ مگر لنگر خانہ کا روپیہ براہ راست حضرت اقدسؑ کے نام بھیجا جاوے لیکن اگر دوسری مدات کے ساتھ ملا ہوا ہو تو محاسب کے نام بھیجکر اسے اطلاع دیدیں۔

(۲) منی آرڈر کے کوپن میں پوری تفصیل کہ روپیہ کن اغراض کیلیے ہے دینی چاہیئے اگر تفصیل لمبی ہو تو علیحدہ خط میں دیں۔

(۳) ہر ایک رقم کی رسید باضابطہ دفتر محاسب سے دیجاویگی پس جس شخص کو ایسی رسید نہ پہنچے اسے اپنی رقم کے متعلق خط وکتابت کرنی چاہیئے۔ نوٹ ۴ سے کم رقم کی رسید نہ دیجاوے گی

(۴) جو رقم دستی دفتر محاسب میں دیجاوے اسکی ایک کچی رسید محرر کی دستخطی اسیوقت دیجاویگی اور اسکے بعد رسید

(۵) تمام مدات کے کھاتے دفتر محاسب میں رہینگے۔ اور جو حساب کتاب میگزین کے چندہ یا کسی دوسرے چندہ کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ سب دفتر محاسب سے دریافت کریں۔

(۶) سوائے حساب کتاب مالی کے باقی خط وکتابت ذیل کے پتوں پر ہونی چاہیئے۔ میگزین اور بک ڈپو

مندرجہ ذیل کتب موجودہ بک ڈپو کی طرف ہم شائقین کو خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں

یہ کتابیں بذریعہ وی پی (مفصل فہرست الگ ملتی ہے) منیجر میگزین قادیان سے طلب کرو۔

(۱) **صداقت و فلسفۂ اسلام پر۔ براہین احمدیہ** جس میں نہایت پُر زور دلائل کے ساتھ صداقت اسلام اور آنحضرت صلعم کے منجانب اللہ ہونیکو ثابت کیا گیا ہے مکمل کتاب جس میں حصہ چہارم کا وہ اصل نسخہ ہے جو حضرت اقدس نے ۱۸۸۴ء میں چھپوایا تھا ۱۲؎ کو ملتی ہے۔ **اسلام کا فلسفہ** وہ لطیف لیکچر جو پانچ سوالوں کے جواب میں جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت اقدس کی طرف سے پڑھا گیا تھا۔ جیبی تقطیع قیمت صرف ۲ر **رپورٹ جلسہ مذاہب** جس میں علاوہ مذکورہ بالا لیکچر کے دیگر مذاہب کے جواب بھی ہیں ۴۷۲ صفحے قیمت ۸ر

(۲) **عیسائی مذہب پر۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب** ۲ر **جنگ مقدس**۔ یعنی عیسائیوں سے مباحثہ جس میں علم کلام کے نئے اصول کو ہاتھ میں لیکر بحث کی گئی ہے۔ قابل دید کتاب ہے۔ ۶ر **نور القرآن** حصہ اوّل ۲ر حصہ دوم ۴ر **ابطال الوہیت مسیح**۔ ار

(۳) **آریہ مذہب پر۔ سرمہ چشم آریہ** جو آریہ مذہب کے اعتراضوں کے جواب ہیں اور انکے اصول کی تردید میں ایک لاثانی کتاب ہے۔ ۲۵۰ صفحے قیمت ۱۲ر۔ **نور الدین**۔ ترک اسلام کے ۱۴۱ سوالوں کا لاجواب جواب ہے جو علامہ حضرت حکیم نور الدین صاحب کی تصنیف ہے۔ ۲۵۶ صفحے ۸ر۔ **آریہ دھرم** جس میں نیوگ پر بحث ہے ۴ر **نسیم دعوت** ۳ر

(۴) **شیعہ مذہب پر۔ خلافت راشدہ** حصہ اول ۱۸۰ صفحے ۸ر۔ حصہ دوم ۸۰ صفحے ۴ر مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کی لطیف تصنیف جس میں شیعہ مذہب کی ایسی تردید کی گئی ہے جسکا جواب کسی شیعہ سے بن نہیں سکا بحث کا اسلوب بالکل نیا ہے۔ **خطوط شیعہ کا جواب** ۲ر

(۵) **سکھ مذہب پر۔ ست بچن** ۲۰۰ صفحے قیمت ۱۰ر اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا نانک صاحب اسلامی طریق کے پیرو تھے۔ سکھ مذہب پر حجت قاطع ہے۔

(۶) **سلسلہ احمدیہ کی حقیقت میں۔ عسل مصفےٰ**۔ ایک قابل دید کتاب ۸۲۸ صفحوں کی ہے جو بسبب ایک جامع کتاب ہونیکے ہر ایک احمدی کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق ہر ایک مسئلہ پہ اور احادیث تفاسیر وغیرہ کے تمام اقوال پر سیر کن بحث ہے۔ باقی کے لیے دیکھو مفصل فہرست۔

(۷) **لغات القرآن** ایک نہایت قابل قدر لغات قرآن شریف کی ہے جس میں بالمقابل کالموں میں متن لغات عربی اور اسکا اردو ترجمہ دیئے گئے ہیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھنے کے لیے ازبس ضروری ہے۔ حصہ اول ۳۸۴ صفحے قیمت عہ؍ حصہ دوم ۶۰۸ صفحے قیمت عہ؍

(۸) **یسرنا القرآن** یہ اگرچہ بچوں کا قاعدہ ہے مگر ایک نہایت مفید چیز ہے جس سے بچوں کو قرآن شریف کے پڑھنے میں اعلیٰ درجہ کی سہولت ہو گئی ہے۔ چھ ماہ میں بچہ قرآن شریف پڑھ لیتا ہے تین حصہ ہیں ہے۔ فی حصہ ار کل ۳ر

(۹) **مکتوبات و خطبات محمدیہ**۔ آنحضرت صلعم کے خطوط اور خطبے بڑی محنت سے جمع کیے گئے ہیں اور ساتھ اردو میں ترجمہ دیا گیا ہے۔ قیمت ۴ر۔ **خزینۃ المعارف**۔ تفسیر فاتحہ اردو از حضرت مرزا صاحب حصہ اول و دوم ۴ر حصہ سوم و چہارم ۸ر

(۱۰) **شرح ترمذی جلد اول و دوم** یہ دو ضخیم مجلد ہیں جن میں حدیث کی مشہور کتاب ترمذی کی جو صحاح ستہ میں سے ہے شرح ہے۔ قیمت بلحاظ ضخامت کے گویا کچھ بھی نہیں فی جلد عہ؍۔

اعلان۔ ہر ایک سامان کرکٹ ٹینس فٹ بال و جمناسٹک وغیرہ مستری نظام الدین احمدی شہر سیالکوٹ سے مل سکتا ہے۔ مکمل فہرست مفت۔

انوار احمدیہ مشین پریس میں شیخ [illegible] علی تراب ایڈیٹر کے اہتمام سے طبع ہوا